شعبان المعظم/رمضان المبارک 1445ھ مارچ 2024ء

ماهنامه
خواتین

جلد:03

شمارہ:03

ویب ایڈیشن

SPiritual Treatment For Cough

کھانسی سے نجات کا روحانی علاج

لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہُ

Recite 66 times daily and blow onto the patient, they will recover. اِن شَآءَاللہ

Duration: till cure

Recite Salat upon the Holy Prophet صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم once before and one after it.

لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہُ

66 بار روزانہ پڑھ کر مریض پر دَم کیجئے، اِن شَآءَ اللہ شفا ملے گی۔ (بیمار عابد، ص36)

مدت: تا حصولِ شفا

نوٹ: وظیفہ کے اول آخر میں ایک ایک بار درود شریف پڑھنا ہے۔

سوشل میڈیا پر شعبہ روحانی علاج اور استخارہ کی پوسٹیں اور ویڈیوز روزانہ کی بنیاد پر حاصل کرنے کے لئے درج ذیل QR-Codes کو اسکین کر کے ہمارے آفیشل اکاؤنٹس فالو کیجئے اور دوسروں کے ساتھ بھی شیئر کیجئے!

Scan me for Rohani ilaj & Istikhara (Facebook Page)

Scan me for Rohani ilaj & Istikhara (Youtube channel)

Scan me for Rohani ilaj & Istikhara (Whatsapp Channel)

چیف ایڈیٹر مولانا ابو الابصار قادری عطاری | سینئر معاون مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی | ڈیزائنر ابو ازلان عطاری

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی دار الافتاء اہلِ سنت (دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریراً) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:

mahnamahkhawateen@dawateislami.net

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین المدینۃ العلمیۃ (اسلامک ریسرچ سینٹر) دعوتِ اسلامی

مُناجات

سر ہے خَم ہاتھ میرا اُٹھا ہے یاخدا تجھ سے میری دُعا ہے

سر ہے خَم ہاتھ میرا اُٹھا ہے یاخدا تجھ سے میری دُعا ہے
فَضْل کی رَحْم کی التجا ہے یاخدا تجھ سے میری دُعا ہے
تیرا اِنْعام ہے یاالٰہی کیسا اِکْرام ہے یاالٰہی
ہاتھ میں دامنِ مصطفٰے ہے یاخدا تجھ سے میری دُعا ہے
عشق دے سوز دے چشمِ نم دے مجھ کو میٹھے مدینے کا غم دے
واسِطہ گنبدِ سبز کا ہے یاخدا تجھ سے میری دُعا ہے
ہوں بظاہر بڑا نیک صورت کر بھی دے مجھ کو اب نیک سیرت
ظاہِر اچھا ہے باطِن بُرا ہے یاخدا تجھ سے میری دُعا ہے
میرے مُرشِد جو غوثُ الْوَرا ہیں شاہ احمد رضا رہنما ہیں
یہ ترا لُطف تیری عطا ہے یاخدا تجھ سے میری دعا ہے
یاخدا ایسے اسباب پاؤں کاش مکے مدینے میں جاؤں
مجھ کو ارمان حج کا بڑا ہے یاخدا تجھ سے میری دعا ہے
یاالٰہی کر ایسی عنایت دیدے ایمان پر استقامت
تجھ سے عطّار کی التجا ہے یاخدا تجھ سے میری دعا ہے

از: امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ

وسائلِ بخشش (مُرمَّم)، ص134

نعت

تم ہی ہو چین اور قرار دلِ بے قرار میں

تم ہی ہو چین اور قرار دلِ بے قرار میں
تم ہی تو ایک آس ہو قلبِ گنہگار میں
روح نہ کیوں ہو مضطرب موت کے انتظار میں
سنتا ہوں مجھ کو دیکھنے آئیں گے وہ مزار میں
ان کے جو ہم غلام تھے خلق کے پیشوا رہے
ان سے پھرے جہاں پھرا آئی کمی وقار میں
قبر کی سُونی رات ہے کوئی نہ آس پاس ہے
اِک تیرے دَم کی آس ہے قلبِ سیاہ کار میں
فیض نے تیرے یا نبی کر دیا مجھ کو کیا سے کیا
ورنہ دھرا ہوا تھا کیا مٹھی بھر اس غبار میں
چار رُسُل فرشتے چار چار کُتُب ہیں دین چار
سلسلے دونوں چار چار لطف عجب ہے چار میں
سالکِ رُو سیہ کا منہ دعویٔ عشقِ مصطفٰے
پائے جو خدمتِ بلال آئے کسی شمار میں

از: مفتی احمد یار خان رحمۃُ اللہِ علیہ

دیوانِ سالک، ص16

63 نیک اعمال

(نیک عمل نمبر 16)

کسی بزرگ نے ایک شخص کو بازاری گفتگو کرتے سنا تو اس سے ارشاد فرمایا: اے بھائی! اللہ پاک نے بندے کے کان اور زبان بنائے تا کہ اچھا سنے اور اچھا بولے یعنی قرآن وحدیث، اذان اور نصیحت وغیرہ سنے۔ زبان اور کان ہنسی مذاق، غیبت، بہتان، جھوٹ، چغلی اور فضول باتوں کے لیے نہیں ہیں۔ ان کو بے مقصد استعمال کرنے سے بچنا چاہئے کہ ایسا کرنا نقصان دہ ہے اور اگر کبھی زبان ان میں سے کسی چیز میں مبتلا ہو جائے تو فوراً اللہ پاک کی بارگاہ میں توبہ کرنی چاہئے۔[1]

الحمدللہ! اسلامی تعلیمات کی خوبصورتی ہے کہ ان پر عمل سے شخصیت میں ظاہری و باطنی نکھار پیدا ہوتا ہے اور انہی تعلیمات میں سے زبان کا درست استعمال بھی ہے، کیونکہ ایک حدیثِ پاک میں ہے: انسان کی اکثر خطائیں اس کی زبان سے ہوتی ہیں۔[2] لہٰذا ہمیں ایک دوسرے سے بات چیت کرتے ہوئے اپنی زبان کو قابو میں رکھنا چاہئے اور چونکہ بات چیت کی شروعات ایک دوسری کو مخاطب کرنے سے ہوتی ہے، لہٰذا ہمیں اس بات کی عادی بنانے کیلئے امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ نے 63 نیک اعمال کے رسالے میں روزانہ کی بنیاد پر اس بات کا جائزہ لینے کا فرمایا ہے کہ **کیا آج آپ نے گھر اور باہر ہر چھوٹے بڑے سے اچھے انداز سے (یعنی آپ، جناب اور جی کہہ کر) گفتگو کی؟ (حسبِ موقع چہرے پر مسکراہٹ رکھئے جبکہ نامحرم نہ ہوں)**

آجکل عام بازاری انداز میں باہم بات چیت کرنے والوں کو سمجھا جاتا ہے کہ وہ آپس میں بے تکلف ہیں، حالانکہ یہ کم عقلی و نادانی ہے کیونکہ ترمذی شریف کی ایک روایت کا مفہوم ہے کہ جب کوئی اچھی یا بُری بات بولتا ہے تو یہ نہیں جانتا کہ اس بات کی وجہ سے اس کے نامہ اعمال میں اس کے لیے اللہ کی رضا لکھی گئی ہے یا ناراضی۔[3] امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ سے جب یہ پوچھا گیا کہ ہر ایک کو **آپ** کہہ کر مخاطب کرنے والا ایک نیک عمل ہے۔ مگر کچھ زبانوں میں ایک ہی لفظ استعمال ہوتا ہے جیسا کہ انگلش میں **You** اور ایسٹ افریقہ کی زبان میں **وے وے**، اس کے لیے کیا حکم ہو گا کہ اس نیک عمل پر بھی عمل ہو جائے؟ تو آپ نے جو جواب ارشاد فرمایا، اس کا مفہوم کچھ یوں ہے: بعض اوقات ایسے الفاظ سے پہلے یا بعد والے الفاظ سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ الفاظ تہذیب والے ہیں یا بد تہذیبی پر مشتمل ہیں۔ ہم نے یہ سوال تہذیب سیکھنے سکھانے کے لیے نیک اعمال میں شامل کیا تھا نہ کہ الفاظ سیکھنے سکھانے کے لئے۔ چنانچہ اصل مقصد اور اصل روح آپ جناب کہلوانا نہیں، بلکہ اخلاق بہتر بنانا ہے۔ لہٰذا کسی کو یہ کہنا: اچھا جناب! آپ نے چوری کی ہے! یہاں **جناب** کہہ کر بھی بے چارے کے اوپر مزید چانٹا ہی ہے۔ لہٰذا اصل مقصود پر عمل کی کوشش کی جائے۔[4] چنانچہ،

ہمیں چاہئے کہ جب بھی کسی سے مخاطب ہوں تو اسے ان الفاظ سے پکاریں جو ادب کے زیادہ قریب اور شریعت کے

مطابق ہوں، مثلاً کم عمر بھائی بہن، بھانجے، بھتیجے اور اپنی اولاد کو پکارنے میں شفقت سے بھرپور اور تہذیب یافتہ انداز اپنانا اور آپ جناب سے بات کرنا نہ صرف بات کرنے والی کی شخصیت کی عکّاسی کرتا ہے بلکہ یہ انداز چھوٹوں کی تربیت میں بھی مددگار ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ چھوٹے عموماً بڑوں کی باتوں اور کاموں سے اثر لیتے اور ان کی نقالی کرتے ہیں۔ اس بارے میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا انداز ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے، چنانچہ تقریباً 10 سال تک حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت کا شرف پانے والے صحابیِ رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹے![5]

الحمد للہ! ہمارے امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ چھوٹوں اور بڑوں سب سے نہ صرف **آپ** کہہ کر گفتگو فرماتے ہیں، بلکہ اس کی ترغیب بھی دلاتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: چاہے ایک دن کا بچہ ہو اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ اس سے بھی "آپ جناب" سے گفتگو کی عادت بنایئے، آپ کے اخلاق بھی اِن شاءَ اللہ عمدہ ہوں گے اور بچہ بھی آداب سیکھے گا۔[6]

ہمیں بھی اس انداز کو اپنانے کی ضرورت ہے کہ ہم ہر جگہ ہر ایک سے "آپ" کہہ کر گفتگو کی عادت ڈالیں کہ اس طرح کر کے ہم اپنے معاشرے کو کامیاب معاشرہ بنا سکتی ہیں۔ بعض خواتین سہیلیوں میں بازاری لہجے میں بات کرتی ہیں، مثلاً **آپ** کی جگہ **تو، تیرا، تیری، تیرے، تجھے** کہہ کر مخاطب ہوتی ہیں، یہ ایک ناپسندیدہ عادت بلکہ شخصیت، عزت اور وقار کو دوسروں کی نظروں میں کم کرنے والا کام ہے۔ بالخصوص کسی کے سامنے ایسے انداز میں گفتگو کرنا بسا اوقات اسے بدظن کر سکتا ہے۔ کیونکہ ابے تبے اور تُو تڑاک والی بازاری گفتگو شریف اور عزت دار لوگوں کے نزدیک بُری سمجھی جاتی ہے اور اس سے لوگوں کے دل بھی مائل نہیں ہوتے، لہٰذا ایسی گفتگو اور انداز سے بچنا چاہیے۔ اگرچہ آج کل ہمارے معاشرے میں ابے تبے اور تُو تڑاک والی گفتگو بہت عام ہے، اگر سب کے ساتھ ایسی گفتگو نہیں کی جاتی تو بند کمرے میں کی جاتی ہے، بند کمرے میں نہیں ہوتی تو اپنے گھر میں ہوتی ہے۔ یاد رکھیے! ایسی گفتگو اگر کسی کی توہین اور دل دکھانے کا سبب نہ بنے تو اسے ناجائز نہیں کہیں گے، مگر یہ انداز اچھا نہیں ہے، بلکہ دعوتِ اسلامی سے وابستہ عالمات، مبلغات، مدرسات اور طالبات کو بالخصوص محتاط انداز میں گفتگو کرنے کو اپنے اوپر لازم سمجھنا چاہئے کہ ان کے لئے محتاط انداز میں گفتگو کرنا ہی مفید ہے، کیونکہ اگر یہ بھی بازاری گفتگو والا انداز اپناتے ہوئے ابے تبے کریں گی تو ان کی ماتحت خواتین کے علاوہ مختلف دنیاوی شعبہ جات سے تعلق رکھنے والی وہ شخصیات جو مذہبی لوگوں کی باتیں نوٹ کرتی ہیں، ان کے عمل کو دلیل بنا کر خود کو دینی کاموں سے دور کرلیں گی اور ظاہر ہے ان کا دین سے دور ہونا بہت بڑا نقصان ہے۔ لہٰذا نیک اعمال کے رسالے میں موجود اس 16 ویں نیک عمل کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیجئے اور کبھی بھی بازاری لہجے اور تُو تڑاک والا انداز نہ اپنایئے کہ اس سے ہم بہت سارے گناہوں اور خرابیوں سے بچنے میں بھی کامیاب ہو جائیں گی۔ اس نیک عمل میں گویا ہمیں یہ بھی سکھایا گیا ہے کہ جب کوئی بلائے تو جواب میں **ہیں** وغیرہ نہ کہیں، کیونکہ اس وقت **جی** کہنا درست اور بہترین طریقہ ہے۔ اسی طرح بعض اوقات کسی کو ہونٹوں سے **شِش شی** کی آواز نکال کر یا اے، اری وغیرہ کہہ کر بلایا یا متوجہ کیا جاتا ہے، یہ انداز بھی اچھا نہیں۔

خود کو نیک اعمال کی عادی بنانے کے لئے ہر ماہ نیک اعمال کا رسالہ ہارڈ کاپی میں **Fill** کر کے اپنے علاقے کی ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنالیجئے، ان شاء اللہ اس کے دنیاوی اور اخروی فائدے حاصل ہوں گے۔ بذریعہ اینڈرائیڈ ایپلی کیشن یہ رسالہ پلے اسٹور سے ڈاؤن لوڈ کر کے بھی فل کیا جا سکتا ہے۔ اللہ پاک ہمیں دنیا و آخرت میں کامیابی نصیب فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

---

(1) السنن الکبریٰ، ص547 (2) معجم کبیر، 10/197، حدیث: 10446 (3) ترمذی، 4/143، حدیث: 2326 (4) مدنی مذاکروں کے 137 سوال جواب، ص84 (5) مسلم، ص913، حدیث 5623 (6) 101 مدنی پھول، ص10

نیکی پر مدد کرو نہ کہ گناہ پر!

اُمِّ حبیبہ عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار سیالکوٹ

اللہ پاک کا فرمان ہے:﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪﴾(پ6،المائدۃ:2)ترجمہ:اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔ یہاں بِرّ سے مراد وہ کام ہے جس کو کرنے کا اور تَقْوٰی سے مراد وہ کام ہے جس کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جبکہ اِثْم سے مراد گناہ اور عُدْوَان سے مراد اللہ پاک کی حدود میں حد سے بڑھنا[1] یا اِثْم سے مراد کفر اور عُدْوَان سے مراد ظلم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اِثْم سے مراد گناہ ہیں اور عُدْوَان سے مراد بدعت ہے۔[2] حضرت سفیان بن عُیَیْنَہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: مطلب یہ ہے کہ تم نیکی و پرہیز گاری کرو، اسی کی دعوت دو، اسی پر مدد کرو اور اسی کی طرف رہنمائی کرو۔[3]

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکی پر مدد کرنے والے نیک کام کرنے والوں کی طرح اور بُرائی پر مدد کرنے والے بُرے کام کرنے والوں کی طرح ہے۔ جیسا کہ حافظ ابو الفَضل عِیاض بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ناجائز کام میں مدد کرنا بھی ناجائز ہے۔ کیونکہ اللہ پاک کا فرمان ہے:﴿وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪﴾(پ6،المائدۃ:2)مزید فرماتے ہیں: نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح اور بُرائی کی طرف رہنمائی کرنے والا بُرائی کرنے والے کی طرح ہے۔[4]

یاد رکھئے! یہ انتہائی جامع آیتِ مبارکہ ہے۔ نیکی اور تقویٰ میں ان کی تمام انواع و اقسام داخل ہیں اور اِثْم اور عُدْوَان میں ہر وہ چیز شامل ہے جو گناہ اور زیادتی کے زُمرے میں آتی ہو۔ علمِ دین عام کرنے میں وقت، مال، درس و تدریس اور تحریر وغیرہ سے ایک دوسرے کی مدد کرنا، دینِ اسلام کی دعوت اور اس کی تعلیمات دنیا کے ہر گوشے میں پہنچانے کے لیے آپس میں تعاون کرنا، اپنی اور دوسروں کی عملی حالت سدھارنے میں کوشش کرنا، نیکی کی دعوت دینا، بُرائی سے منع کرنا، ملک و ملت کے اجتماعی مفادات میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا، سوشل ورک اور سماجی خدمات سب اس میں داخل ہے۔ کسی کا حق مارنے میں دوسروں سے تعاون کرنا، رشوتیں لے کر فیصلے بدل دینا، جھوٹی گواہیاں دینا، بلا وجہ کسی مسلمان کو پھنسا دینا، ظالم کا اس کے ظلم میں ساتھ دینا، حرام و ناجائز کاروبار کرنے والی کمپنیوں میں کسی بھی طرح شریک ہونا یہ سب ایک طرح سے بُرائی کے ساتھ تعاون اور ناجائز ہے۔[5]

نیکی پر مدد کرنے کی مزید صورتیں نیکی پر مدد کرنے کی مزید صورتیں یہ ہیں، مثلاً والدین، بہن بھائی، شوہر، اولاد اور دیگر خواتین کو نمازِ فجر کے لئے جگانا، سحری یا افطاری کی تیاری میں تعاون کرنا، ساتھی طالبات کو سبق پڑھانا، کسی غریب کی پڑھائی کا خرچہ اپنے ذمے لے لینا، کسی کی دینی اُلجھن دور کر دینا، سنی علمی خواتین شخصیات کو مکتبۃ المدینہ کی کتابیں، رسائل، ماہنامہ فیضانِ مدینہ تحفۃً پیش کرنا، ماہنامہ خواتین (ویب ایڈیشن) کی پی ڈی ایف کو گروپس میں وائرل کرنا، مساجد، جامعات، مدارس بنوانے اور دیگر نیک کاموں کے لئے

دعوتِ اسلامی کے ساتھ مالی تعاون کرنا، اپنے شوہر اور محارم کو مدنی قافلوں میں سفر کروانا، کسی کو مدرسۃ المدینہ گرلز یا جامعۃ المدینہ گرلز میں لے جا کر داخل کروا دینا، دینی کاموں میں مصروف بیمار یا پریشان حال خواتین کو دوا اور روحانی علاج (برائے خواتین) کے اسٹال سے تعویذات دلوانا، انہیں عبادات کے مسائل و معاملات سکھانا سمجھانا، انہیں اپنے ساتھ اجتماع میں لے جانا، جامعات المدینہ و مدارس المدینہ گرلز کی مستحق ٹیچرز و اسٹوڈنٹس کی مالی مدد کرنا وغیرہ۔

نیکی و پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا یقیناً قابلِ تعریف کام اور باعثِ اجر و ثواب ہے، اللہ پاک اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی رضا حاصل کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے، جبکہ بُرائی اور گناہ والے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کرنا یقیناً قابلِ مذمت کام اور سزا و ملامت کا باعث، نیز اللہ و رسول کو ناراض کرنے کا ایک بڑا سبب ہے۔ بہت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نیکی، تقویٰ اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے، دوسروں کو ترغیب دلاتے اور اپنی آخرت کے لیے نیکیوں اور اجر و ثواب کا خزانہ جمع کرتے ہیں۔ بہت بدنصیب ہیں وہ لوگ جو بُرائی اور گناہ والے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کرتے یا دوسروں کو اُس کی ترغیب دلا کر اپنی آخرت کے لیے گناہوں کا ذخیرہ جمع کرتے ہیں۔

گناہ پر مدد کی مثال آجکل اگر یہ جاننا ہو کہ گناہ پر کس طرح کسی کی مدد جاتی ہے تو اس کو آپ اس مثال سے بڑی آسانی سے سمجھ سکتی ہیں کہ اگر کوئی خاتون کپڑے سلائی کرتی ہے اور اب کوئی اسے ایسا لباس سینے کو کہے جو بے پردگی سے بھرپور ہو اور وہ اسے سی دے تو گویا اس نے بے پردگی کے اس گناہ میں اس کی مدد کی ہے، کیونکہ اگر یہ اسے ایسا لباس سی کر نہ دیتی تو وہ نہ پہنتی۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: اگر کوئی فاسقانہ وضع (بناوٹ) کے کپڑے سلوائے تو ان کا سینا مکروہ ہے کہ یہ معصیت (گناہ) پر اعانت (مدد) ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ فاسقانہ تراش (طرز) کے کپڑے یا جوتے پہننا گناہ ہے۔[6] معلوم ہوا کہ جس طرح کے کپڑے پہننا عورت کے لئے جائز نہیں ہے، درزن (Tailor) کو بھی اُس طرح کے کپڑے سی کر دینا درست نہیں ہے۔

نیکی پر مدد کرنے کے فوائد نیکی پر مدد کرنے کی بہت برکتیں ہیں، مثلاً اللہ پاک کی رضا نصیب ہوتی ہے، شیطان ناراض ہوتا ہے، مسلمانوں کا دل خوش ہوتا ہے، دل سے دعائیں ملتی ہیں، ثوابِ آخرت کا خزانہ جمع ہوتا ہے، آسانیاں پیدا ہوتی ہیں، مشکلات دور ہوتی ہیں، دین کے کاموں میں مدد ملتی ہے، ادارے ترقی کرتے ہیں اور معاشرے میں امن و امان قائم ہوتا ہے۔

گناہ پر مدد کے نقصانات نیکی پر مدد کرنے کے جہاں فائدے ہیں تو وہیں گناہ پر مدد کرنے کے بھی کئی نقصانات ہیں، مثلاً اللہ پاک ناراض ہوتا ہے، معاشرے میں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں، عزتِ مسلم سلامت نہیں رہتی، بُرائیاں عام ہو جاتی ہیں، طلاق کی شرح میں اضافہ ہوتا ہے، جرائم بڑھتے ہیں، دین و ملت کے دشمنوں کے حوصلے بلند ہوتے ہیں، خون خرابہ پھیلتا ہے، بے حیائی عام ہوتی ہے، نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں، دلوں سے خوفِ خدا اور مسلمانوں سے ہمدردی کا جذبہ نکل جاتا ہے، ناجائز و حرام اور گناہ کے کام کرنے کی جُرأت پیدا ہو جاتی ہے وغیرہ۔

نیکی پر مدد کرنے اور گناہ پر مدد نہ کرنے کی سوچ کیسے پیدا ہو؟

یہ سوچ پانے کے لئے مختلف ذرائع اختیار کئے جاسکتے ہیں، جن میں سے چند ہی ہیں: (1) امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کے دامنِ کرم اور (2) دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ ہو جائیے۔ (3) مکتبۃ المدینہ سے جاری ہونے والی کتابیں اور رسائل پڑھئے۔ (4) قراٰن کریم کا ترجمہ کنز العرفان، تفسیر صراط الجنان کے ساتھ پڑھئے۔ (5) مدنی چینل کے سلسلے دیکھئے۔ (6) دعوتِ اسلامی کے دینی کاموں میں مصروف ہو جائیے۔ اللہ پاک ہمیں نیکیوں پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

[1] تفسیر جلالین، ص94 [2] تفسیر خازن، 1/461 [3] حلیۃ الاولیاء، 7/334، حدیث: 10745 [4] اکمال المعلم، 5/478، تحت الحدیث: 1677 [5] تفسیر صراط الجنان، 2/378 [6] فتاویٰ رضویہ، 22/137

نمازِ مغرب و عشا کی فضیلت و اہمیت

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک کے نزدیک افضل نماز، مغرب کی نماز ہے، اسے نہ تو مسافر سے کم کیا اور نہ ہی مقیم سے، اس کے ذریعے رات کی نماز کو شروع فرمایا اور دن کی نماز کو ختم فرمایا تو جس نے نمازِ مغرب پڑھی اور اس کے بعد دو رکعتیں بھی پڑھیں تو اللہ پاک اس کے لئے جنت میں ایک محل بنائے گا۔[1]

شرحِ حدیث

مغرب کا معنی سورج غروب ہونے کا وقت ہے، چونکہ مغرب کی نماز سورج کے غروب ہونے کے بعد ادا کی جاتی ہے اس لئے اس نماز کو مغرب کی نماز کہا جاتا ہے۔[2] جبکہ عشا کے لغوی معنی رات کی ابتدائی تاریکی (شروع کا اندھیرا) کے ہیں،[3] چونکہ یہ نماز اندھیرا ہو جانے کے بعد ادا کی جاتی ہے اس لئے اِس نماز کو عشا کی نماز کہا جاتا ہے۔[4]

قرآنِ پاک میں نمازِ مغرب و عشا کی ترغیب دیگر نمازوں کے ساتھ ساتھ نمازِ مغرب و عشا کی ترغیب بھی قرآنِ پاک میں موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ (پ29، الدھر:26) ترجمہ: اور رات کے کچھ حصے میں اسے سجدہ کرو۔

یہاں رات کے کچھ حصے میں سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ مغرب اور عشا کی نمازیں پڑھو۔[5] ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے: فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ (پ21، الروم:17) ترجمہ: تو اللہ کی پاکی بیان کرو جب شام کرو اور جب صبح کرو۔

اس آیت میں تین نمازوں کا بیان ہوا، شام میں مغرب اور عشا کی نمازیں آگئیں، جبکہ صبح میں نمازِ فجر آگئی۔[6]

تابعی بزرگ حضرت کعبُ الاحبار رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت میں توریت شریف کے حوالے سے مختلف نمازوں کے فضائل منقول ہیں، جن میں یہ بھی ہے کہ (اللہ پاک فرماتا ہے:) اے موسیٰ! مغرب کی تین رکعات ہیں، انہیں احمد اور ان کی اُمّت پڑھے گی (تو) آسمان کے سارے دروازے ان کے لیے کھول دوں گا، جس ضرورت کا سوال کریں گے اسے پورا کر دوں گا۔ اے موسیٰ! شفق ڈوب جانے کے وقت یعنی عشا کی چار رکعتیں ہیں، انہیں احمد اور ان کی اُمّت پڑھے گی، وہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے ان کے لیے بہتر ہیں، وہ انہیں گناہوں سے ایسا نکال دیں گی جیسے اس دن اپنی ماؤں سے پیدا ہوئے۔[7]

نمازِ مغرب و عشا چھوڑنے کی وجوہات نماز کی اتنی اہمیت ہونے کے باوجود مسلمانوں کی اکثریت نماز کے معاملے میں غفلت کا شکار ہے۔ دیگر نمازوں کی طرح نمازِ مغرب و عشا بھی غفلت یا دنیاوی مصروفیات کی نذر ہو جاتی ہیں۔ کچھ خواتین نمازِ مغرب سستی کی وجہ سے چھوڑ دیتی ہیں تو کچھ اس وقت گھریلو مصروفیات مثلاً رات کے کھانے کی تیاری وغیرہ کے سبب نماز چھوڑ دیتی ہیں، جبکہ کچھ خواتین اس وقت سیر و تفریح یا شاپنگ وغیرہ کے لیے نکل جاتی ہیں جس کے باعث ان کی نماز

رہ جاتی ہو گی۔ یوں ہی نمازِ عشا کے وقت دن بھر کے کاموں کی تھکاوٹ اور نیند کے غلبے کے باعث بھی کئی خواتین نمازِ عشا چھوڑ دیتی ہوں گی۔ اسی طرح کئی خواتین گھر میں یا باہر کسی تقریب میں اتنا زیادہ وقت لگا دیتی ہیں کہ ان کی یہ نمازیں رہ جاتی ہیں۔ بالفرض تقریب سے فراغت کے بعد اگر کوئی پڑھ لے تو غنیمت ہے ورنہ اکثر کا حال بہت بُرا ہے۔ حالانکہ ہر رات دن میں ہر مسلمان، عاقل، بالغ مرد و عورت پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔[8] اور ایک بھی نماز جان بوجھ کر چھوڑ دینا کبیرہ گناہ ہے۔ بلکہ جس نے قصداً (یعنی جان بوجھ کر) ایک وقت کی (نماز بھی) چھوڑی، ہزاروں برس جہنم میں رہنے کا مستحق ہوا، جب تک توبہ نہ کرے اور اس کی قضا نہ کر لے۔[9]

نمازِ مغرب کی ادائیگی اور ہمارے بزرگ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرائض کی وقت پر ادائیگی کے سخت پابند تھے، ایک مرتبہ خلافت کے معاملات میں مشغولیت کے سبب نمازِ مغرب پڑھنے میں دیر ہو گئی تو آپ نے کفارے میں دو غلام آزاد فرمائے۔[10] ایک مرتبہ شاہراہِ اعظم پر سنگِ جانی کی طرف سے (گولڑہ شریف) واپس آتے ہوئے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ سفر فرمایا کہ نمازِ مغرب کا وقت قریب ہے کسی مناسب مقام پر کار کو روک لیں تا کہ نماز ادا کی جائے۔ ایک صاحب نے عرض کی: ابھی سورج غروب نہیں ہوا، نماز کے وقت تک گولڑہ شریف کے موڑ پر واقع خانقاہ تک پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ سفر جاری رکھا گیا۔ ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ جھگی سیداں کے قریب اچانک کار سڑک سے اُتر کر اُلٹ گئی، حضرت پیر صاحب اور بابو جی تو باہر گرے، مگر مولانا محبوب عالم ہزاروی اور ڈرائیور کار کے نیچے آ گئے، جب ان کو باہر نکال لیا گیا تو حضرت پیر صاحب نے فرمایا: یہ تکلیف و آزمائش نمازِ مغرب میں تاخیر کا خوف نہ کرنے پر غیرتِ الٰہی کے باعث پیش آئی ہے، ان شاءَ اللہ مفید ثابت ہو گی۔[11]

بوقتِ وصال بھی نماز کی وصیت نماز کس قدر اہم ہے اسے اس بات سے جان لیجئے کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ظاہری وصال کے وقت بھی جن باتوں کی تاکید فرمائی ان میں سے ایک نماز بھی ہے جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ظاہری وفات کے وقت حاضر تھے۔ آپ نے ہم سے تین بار ارشاد فرمایا: نماز کے معاملے میں اللہ پاک سے ڈرو۔[12]

ذرا سوچئے تو سہی! ہم دنیاوی کاموں میں دن بھر کا کتنا وقت خرچ کر دیتی ہیں! اسی طرح ہمیں نمازوں کی ادائیگی کے لئے بھی وقت نکالنا چاہیے۔ کیونکہ ہمارا اصل وقت تو وہی ہے جو آخرت کی بہتری کے کاموں میں خرچ ہو کہ یہی وقت بروزِ قیامت ہمیں فائدہ دے گا۔ ورنہ جو وقت دنیا میں نماز کی ادائیگی کے بغیر گزر گیا وہ قیامت کے دن افسوس اور شرمندگی کا سبب بن جائے گا۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے صوبوں کے گورنروں کے پاس فرمان بھیجا کہ میرے نزدیک نماز پڑھنا تمہارے لئے اہم کام ہے۔ تو جس نے اسے محفوظ رکھا اور اس کی پابندی کی اس نے اپنا دین محفوظ رکھا اور جس نے اسے ضائع کیا وہ نماز کے علاوہ کو اس سے زیادہ ضائع کرے گا۔[13] کتنی خوش نصیب ہے وہ خاتون جو دن بھر کے کاموں سے تھکی ہوئی ہو، دل بھی چاہ رہا ہو کہ آرام دہ بستر پہ سکون کی نیند سو جائے، لیکن پھر بھی وہ اپنے آرام کو چھوڑ کر اور دنیا سے منہ موڑ کر اپنے ربِّ کریم کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتی ہے اور مصروفیات و تھکاوٹ وغیرہ کو نماز و دیگر عبادات کے آڑے نہیں آنے دیتی۔ کیونکہ وہ جانتی ہے کہ جس عمل میں تکلیف زیادہ ہو اس پر ثواب بھی زیادہ ملتا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ چاہے جیسی بھی مصروفیت ہو اور نماز کا وقت آ جائے تو سب کام چھوڑ کر باوضو اللہ پاک کی بارگاہ میں عاجزی کے ساتھ حاضر ہو جائیں۔ اللہ پاک ہمیں نمازوں کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 تفسیر قرطبی، الجزء الثالث، 2/159 2 شرح مشکل الآثار، 3/34 3 نزہۃ القاری، 2/245 4 شرح مشکل الآثار، 3/34 ملخصاً 5 تفسیر خازن، 4/342 6 تفسیر خازن، 3/460 7 تنبیہ الغافلین، ص 277 8 ہمارا اسلام، ص 127 9 فتاویٰ رضویہ، 9/158 10 الزھد لابن المبارک، ص 187، رقم: 529 ملخصاً 11 مہر منیر، ص 325 ملخصاً 12 شعب الایمان، 7/477، حدیث: 11053 13 مؤطا امام مالک، 1/35، حدیث: 6

حشر کے دن
سایۂ عرش پانے والے (قسط21)

حشر کے دن لوگوں کی حالت اور کیفیت کا ذکر جاری ہے۔ اس دن جہاں بے شمار لوگ پریشانی کے عالم میں ہوں گے وہیں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اللہ پاک کے عرش کے سائے میں ہوں گے، یہ خوش نصیب کون کون ہوں گے، فائنلی ان کی تعداد مقرر کرنا اگرچہ مشکل ہے، مگر کئی علمائے کرام نے اس حوالے سے اپنی کوشش ضرور کی ہے، مثلاً امام سیوطی نے اس موضوع پر ایک مکمل رسالہ لکھا ہے جس میں ایسے افراد کی تعداد 70 سے زائد ذکر فرمائی ہے۔ البتہ! وہ تمام روایات جن میں مختلف لوگوں کے متعلق یہ آیا ہے کہ وہ قیامت کے دن سایۂ عرش پاکر گرمیِ محشر سے سکون میں ہوں گے تو ساتھ ہی ایسی روایات بھی مروی ہیں جن میں عرش کے علاوہ اللہ پاک کی رحمت اور اعمال کے سائے یہاں تک کہ ذاتِ باری کے سائے کا بھی ذکر آیا ہے۔ لہٰذا عرش کے سائے سے متعلق مزید تفصیلات ذکر کرنے سے پہلے بہتر ہے کہ اس دن دیگر سایوں سے متعلق جو روایات مروی ہیں ان کو بھی اپنی معلومات کا حصہ بنایا جائے۔ چنانچہ،

اللہ پاک کے سائے سے مراد مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ بروزِ قیامت اللہ پاک ارشاد فرمائے گا: میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج کے دن میں انہیں اپنے سائے میں رکھوں گا کہ آج **میرے علاوہ کوئی سایہ نہیں۔**[1] یہاں اللہ کے سائے سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت شرح صحیح مسلم میں کچھ یوں ذکر کی گئی ہے کہ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں: اللہ کے سائے سے مراد عرش کا سایہ ہے یعنی جن کی آپس کی محبت صرف رضائے الٰہی کے لئے ہو گی، کل بروزِ قیامت وہ عرش کے سائے میں ہوں گے تاکہ گرمیِ محشر، سورج کی تپش اور مخلوق کی سانسوں کی گرمی سے حفاظت میں رہیں۔ حضرت عیسیٰ بن دینار فرماتے ہیں: اللہ کے سائے سے مراد اس کی پناہ ہے یعنی بروزِ قیامت وہ اللہ کی پناہ میں ہوں گے جس کی وجہ سے ناپسندیدہ اُمور سے محفوظ رہیں گے اور ایک معنی یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ کے سائے سے مراد راحت و سکون ہے یعنی بروزِ قیامت اللہ پاک انہیں راحت و سکون عطا فرمائے گا۔[2] امام محمد بن عبد الباقی زرقانی فرماتے ہیں: اللہ کے سائے سے مراد یہ ہے کہ وہ سایہ اللہ کی ملکیت میں ہے کیونکہ ہر سایہ (چاہے کسی بھی چیز کا ہو) اللہ ہی کی مِلک ہے یا اس سایہ کی اللہ پاک کی جانب اضافت کا مقصد اس سایہ کی بلندیِ شان کا اظہار ہے جیسا کہ کعبہ کو بیت اللہ (اللہ کا گھر) کہا جاتا ہے حالانکہ تمام مساجد اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور یہ بھی منقول کہ سایہ سے مراد اللہ پاک کی رحمت ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے فلاں شخص بادشاہ کے زیرِ سایہ ہے۔[3] لہٰذا وہ تمام روایات جن میں ایسے الفاظ مذکور ہوں جو اپنے معنیٰ و مفہوم کے اعتبار سے بظاہر **اللہ کے سائے** پر دلالت کرتے ہوں تو ان سے یہ مراد لی جائے کہ یہاں اللہ کے عرش کا سایہ مراد ہے یا اللہ پاک کی رحمت و کرم مراد ہے، تاکہ عام سوجھ بوجھ والے لوگ اپنی کم علمی کے باعث یہ نہ سمجھ لیں کہ معاذَ اللہ عام چیزوں کی طرح اللہ پاک کا بھی سایہ ہے، حالانکہ اللہ پاک سایہ سے پاک ہے، کیونکہ سایہ تو کثیف جسم کا ہوتا ہے اور اللہ

پاک جسم اور کثافت دونوں سے پاک ہے۔[4]

اسی بات کو اس مثال سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ ہمارے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جسمِ مبارک کا سایہ نہیں تھا مگر یہ جو کہا جاتا ہے کہ ہم پر یا سارے عالَم پر سرکار کا سایہ ہے تو یہ مجازاً اور بطورِ اِستعارہ کہا جاتا ہے۔اِستعارہ کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کے ظاہری معنٰی چھوڑ کر کوئی اور معنٰی مراد لیے جائیں جیسا کہ ہم کہتی ہیں کہ ہم پر سرکار کا سایہ ہے تو مُراد یہ ہوتی ہے کہ حضور کی مدد اور حمایت ہمیں حاصل ہے اور آپ ہمیں اپنی پناہ میں لیے ہوئے ہیں۔

ہم ان کے زیرِ سایہ رہتی ہیں جن کا سایہ نظر نہیں آتا
جھولیاں بھرتی جاتی ہیں مگر دینے والا نظر نہیں آتا

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم بے سایہ ہیں مگر سائبانِ عالَم ہیں۔سائبان کے معنٰی ہیں:سایہ ڈالنے والا۔اِس لیے لوگ سایہ حاصِل کرنے کے لیے جو چھپر بناتے ہیں اُسے سائبان بولتے ہیں کہ وہ بھی سایہ ڈالتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ سایہ تیرے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا

جب آپ دھوپ میں ہوتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔اگر آپ کا سایہ ہوتا تو اس پر لوگوں کے پاؤں پڑنے کا خطرہ تھا اِس لیے آپ کا سایہ ہی نہیں تھا اور سایہ نہ ہونا آپ کا معجزہ ہے۔آپ کا سایہ اس لیے بھی نہ تھا کہ آپ نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔[5]

اعمال کے سائے سے مراد اسی طرح وہ روایات جن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دن سایہ عرش کا نہیں بلکہ اعمال کا ہو گا،جیسا کہ اس روایت میں ہے:سورج(بروزِ قیامت)لوگوں کے سروں کے اوپر ہو گا اور ان کے اعمال ان پر سایہ کریں گے یا ان کے ساتھ ہوں گے۔[6] تو امام سیوطی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن عرش کے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہو گا اور اعمال کی طرف سائے کی جو نسبت کی گئی ہے وہ سبب ہونے کے اعتبار سے ہے(یعنی ان اعمال کے سبب انہیں عرش کا سایہ نصیب ہو گا)۔[7]

حاصلِ کلام اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن عرش کے علاوہ کسی اور قسم کا سایہ نہ ہو گا،لہٰذا وہ تمام روایات جن میں اگرچہ واضح طور پر سایہ عرش کا ذکر نہیں،مگر بعض اعتبار سے معلوم یہی ہوتا ہے کہ اللہ پاک اپنے خاص بندوں پر جو اپنا خاص لطف و کرم فرمائے گا یہ سب کچھ بھی عرش کے سائے تلے ہی ہو گا مثلاً جن روایات میں یہ ذکر ہے کہ بعض لوگ نور کے منبر،کرسیوں اور مشک کے ٹیلوں پر بیٹھے ہوں گے،اللہ پاک کے حضور حاضر ہوں گے،اس کا سب سے زیادہ قرب پانے والے اور اس کی حفظ و امان میں رہنے والے ہوں گے۔تو اس سے بھی مراد یہی ہے کہ یہ سب کچھ عرش کے سائے میں ہی ہو گا،جیسا کہ ایک روایت میں اس کی وضاحت بھی ہے کہ ربِّ کریم کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے اس روز عرش کے سائے میں نور کے منبروں پر ہوں گے جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا دیگر لوگوں پر گھبراہٹ طاری ہو گی جبکہ یہ بالکل نہیں گھبرائیں گے۔[8] جبکہ دیگر کئی روایات میں عرش کے سائے کا ذکر نہیں جیسا کہ روایت میں ہے کہ ایک اعرابی نے جب یہ سنا کہ اللہ پاک کے بعض بندوں کے مقام و مرتبے اور اللہ پاک سے ان کے قرب پر انبیا و شہدا بھی رشک کریں گے تو اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کی:یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم!یہ کون لوگ ہوں گے؟ارشاد فرمایا:یہ مختلف شہروں کے لوگ ہوں گے،ان کے درمیان کوئی خونی رشتہ نہ ہو گا مگر وہ ایک دوسرے سے صرف رضائے الٰہی کی خاطر محبت کرتے اور تعلق رکھتے ہوں گے۔بروزِ قیامت اللہ پاک ان کے لئے اپنے(عرش کے)سامنے نور کے منبر رکھنے کا حکم فرمائے گا اور ان کا حساب بھی انہی منبروں پر فرمائے گا۔لوگ تو خوفزدہ ہوں گے لیکن وہ بے خوف ہوں گے۔[9]

نور کے منبروں پر رضائے الٰہی کے لئے آپس میں محبت کرنے والوں کے لئے ہی بروزِ قیامت عرش کے سائے تلے نور کے منبر نہیں رکھے جائیں گے، بلکہ ان کے علاوہ مزید لوگ بھی نور کے منبروں پر تشریف فرما ہوں گے اور وہ لوگ کون ہوں گے، اس بارے میں چند روایات پڑھئے:

لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے والے بے شک اللہ پاک نے بعض بندوں کو اپنی رضا کے لئے لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لئے خاص کرلیا ہے اور اس نے عہد فرمایا ہے کہ انہیں عذاب نہ دے گا، پھر جب قیامت کا دن ہو گا تو انہیں نور کے منبروں پر بٹھایا جائے گا، وہ اللہ پاک سے ہم کلامی کا شرف پا رہے ہوں گے جبکہ لوگ حساب میں ہوں گے۔[10]

مریضوں کی عیادت کرنے والے قیامت کے دن پکارنے والا پکارے گا: کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں مریضوں کی عیادت کرتے تھے؟ پس (جب وہ حاضر ہوں گے تو) انہیں نور کے منبروں پر بٹھایا جائے گا جہاں یہ اللہ پاک سے شرفِ کلام حاصل کریں گے جبکہ لوگ حساب دے رہے ہوں گے۔[11]

محکوم لوگوں اور گھر والوں میں انصاف کرنے والے بادشاہ انصاف کرنے والے بادشاہ بروزِ قیامت اللہ پاک کے قرب میں عرش کی سیدھی جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور یہ وہ ہوں گے جو اپنے محکوم لوگوں اور گھر والوں کے درمیان فیصلہ کرتے وقت عدل وانصاف سے کام لیتے تھے۔[12]

امتِ محمدیہ کے فقرا و مساکین بروزِ قیامت لوگ جمع ہوں گے تو پوچھا جائے گا: اس اُمت کے فقرا اور مساکین کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہوں گے تو پوچھا جائے گا: تم نے کیا عمل کئے؟ وہ عرض کریں گے: یااللہ! تو نے ہمیں آزمائش میں مبتلا کیا تو ہم نے صبر کیا اور حکمرانی وسلطنت کا والی ہمارے علاوہ دوسروں کو بنادیا۔ اللہ پاک ارشاد فرمائے گا: تم نے سچ کہا یا اسی کی مثل ارشاد فرمائے گا (یہ راوی کا شک ہے) پھر وہ دوسرے لوگوں سے بہت پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور حساب کی سختیاں حکمرانوں پر باقی رہ جائیں گی۔ صحابہ کرام نے عرض کی: اس دن مومنین کہاں ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: ان کے لئے نور کے منبر رکھے جائیں گے اور اُن پر بادلوں سے سایہ کیا جائے گا۔[13]

سونے کے منبروں پر قیامت کے دن نور کے منبروں کے علاوہ سونے کے منبروں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ ہجرت کرنے والوں کے لئے سونے کے منبر ہیں، وہ قیامت کے دن اُن پر بیٹھیں گے اور گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے۔[14]

وہ روایات جن میں موتیوں اور سونے کی کرسیوں وغیرہ کا ذکر ہے، مختصراً پیشِ خدمت ہے:

موتیوں کی کرسیاں اس دن مومنین کے لئے موتیوں کی کرسیاں ہوں گی جن پر وہ بیٹھیں گے، اُن پر بادلوں سے سایہ کیا جائے گا اور قیامت کا دن ان کے لئے دن کی ایک گھڑی کے برابر یا ایک بار آنکھ جھپکنے کے برابر ہو گا۔[15]

سونے کی کرسیوں پر جب قیامت کا دن ہو گا تو سونے کے منبر رکھے جائیں گے جن پر چاندی کے گنبد ہوں گے، ان میں ہیرے، یاقوت اور زُمُرُّد جڑے ہوں گے اور چادریں باریک اور سبز ریشم کی ہوں گی، علمائے کرام کو بلا کر اُن پر بٹھایا جائے گا پھر اللہ پاک کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارے گا: کہاں ہیں وہ جو رضائے الٰہی کے لئے اُمتِ محمدیہ تک علم کی باتیں پہنچاتے تھے؟ اِن منبروں پر بیٹھو! تم پر کوئی خوف نہیں، یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔[16] جبکہ ایک روایت میں علمائے کرام کے بجائے اذان دینے والے مؤذنوں کا ذکر ہے۔ جیسا کہ مروی ہے: قیامت کے دن سونے کی کرسیاں لائی جائیں گی جو موتیوں اور یاقوت سے جڑی ہوں گی، ان پر باریک اور سبز ریشمی کپڑے بچھے ہوں گے، پھر ان پر نور کے گنبد بنائے جائیں گے اور پکارا جائے گا: مؤذنین کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہوں گے اور اُن کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی، ان سے کہا جائے گا: اِن گنبدوں کے نیچے ان کرسیوں پر بیٹھ

جاؤ! یہاں تک کہ اللہ پاک لوگوں کا حساب فرمادے۔ بے شک آج کے دن تم پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوں گے۔[17]

ایک قول کے مطابق سونے کی کرسیاں خاص لوگوں کے علاوہ عام اہلِ ایمان کو بھی پیش کی جائیں گی، جیسا کہ حضرت عبدُ اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کفار کو ان کے پسینے سے لگام ڈالی جائے گی۔ آپ سے پوچھا گیا: اس وقت مومن کہاں ہو گا؟ ارشاد فرمایا: سونے کی کرسی پر اور اُس پر بادل سایہ کیے ہو گا۔[18]

وہ تمام روایات جن میں بادل کے سایہ کرنے کا ذکر ہوا ہے، بظاہر ان سے معلوم یہی ہوتا ہے شاید یہاں بھی مراد اعمال کا سایہ ہی ہے جو بندے پر بادل کی شکل میں سایہ کئے ہوں گے۔ البتہ عرش کے سائے کے نیچے یہ بادل کس طرح کے ہوں گے ان کی حقیقت اللہ پاک ہی بہتر جانتا ہے۔

عرشِ رحمٰن کے سب سے زیادہ قریب قیامت کے دن عرشِ رحمٰن کے سب سے زیادہ قریب وہ مومن ہو گا جسے ظلماً قتل کیا گیا ہو گا، اس کا سر اس کی سیدھی جانب اور اس کا قاتل الٹی طرف ہو گا، جبکہ اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہو گا اور وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے کس جرم میں قتل کیا تھا؟[19]

عرش کا نور معراج کی رات عرش کے نور میں نہائے ہوئے ایک شخص کے پاس سے حضور کا گزر ہوا تو آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ کیا کوئی فرشتہ ہے؟ عرض کی گئی: نہیں۔ پھر پوچھا: کیا یہ نبی ہیں؟ عرض کی گئی: نہیں۔ پوچھا: پھر یہ شخص کون ہے؟ عرض کی گئی: یہ وہ شخص ہے کہ دنیا میں جس کی زبان ذکرِ الٰہی سے تر رہتی تھی، اس کا دل مسجدوں میں لگا رہتا تھا اور اس نے کبھی بھی اپنے والدین کو بُرا نہیں کہا۔[20]

نمازِ مغرب کے بعد دو نفل پڑھنے کی فضیلت جس شخص نے مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت ادا کی اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پندرہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ کوئی رکاوٹ نہ ہو گی یہاں تک کہ اللہ پاک کے عرش تک پہنچ جائے گا۔[21]

زہد و تقویٰ اختیار کرنے والے دنیا میں زہد و تقویٰ اختیار کرنے والے لوگ بروزِ قیامت قربِ الٰہی میں ہوں گے۔[22]

مشک کے ٹیلوں پر قیامت کے دن تین اشخاص مُشک کے ٹیلوں پر ہوں گے: (1) وہ غلام جو اللہ پاک اور اپنے آقا کا حق ادا کرے۔ (2) وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس سے راضی ہوں اور (3) وہ شخص جو دن رات میں پانچ نمازوں کے لئے اذان دیتا ہو۔[23] یہی روایت امام بیہقی نے الفاظ کی کچھ تبدیلی کے ساتھ یوں نقل کی ہے: قیامت کے دن تین اشخاص سیاہ مشک کے ٹیلے پر ہوں گے، انہیں اَلْفَزَعُ الْاَكْبَر (یعنی بڑی گھبراہٹ) خوف زدہ کرے گی نہ ان کا حساب ہو گا: (1) وہ شخص جو اللہ کی رضا کے لئے قرآن پڑھے اور کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس سے راضی ہوں۔ (2) وہ شخص جو رضائے الٰہی کے لئے کسی مسجد میں اذان دے کر لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور (3) وہ شخص جو دنیا میں غلامی میں مبتلا ہوا مگر غلامی نے اُسے طلبِ آخرت سے دور نہ کیا۔[24] (بروزِ قیامت عرش کا سایہ پانے والوں کا ذکر اگلی قسط میں ہو گا۔)

---

(1) مسلم، ص1065، حدیث:6548 (2) شرح نووی،8/123، الجزء:16 (3) شرح زرقانی علی الموطا، 4/464، تحت الحدیث:1841 (4) مراۃ المناجیح،5/365 (5) اندازِ گفتگو کیسا ہو؟، ص11 (6) جامع العلوم والحکم، ص424، تحت الحدیث:36 (7) سایہ عرش کس کس کو ملے گا، ص77 (8) معجم اوسط، 1/364، حدیث:1328 (9) معجم کبیر،3/290، حدیث:3433 (10) فیض القدیر، 2/605، حدیث:2350- سایہ عرش کس کس کو ملے گا، ص80 (11) کنز العمال،3/166، الجزء:6، حدیث: 16188 (12) مسلم، ص783، حدیث:4721 (13) صحیح ابن حبان،9/253، حدیث: 7376 (14) فیض القدیر،5/373، حدیث:7353 (15) حلیۃ الاولیاء،8/131، حدیث: 11612 (16) حلیۃ الاولیاء، 7/300، حدیث:10594 (17) تاریخ بغداد،8/374 (18) عمدۃ القاری،15/606، تحت الحدیث:6531 (19) معجم کبیر،12/80، حدیث: 12597 (20) ترغیب وترہیب،2/242، حدیث:2300 (21) شرح زرقانی علی الموطا، 4/469، تحت الحدیث:8141 (22) جامع صغیر، ص219، حدیث:3597 (23) ترمذی، 3/397، حدیث:1993 (24) شعب الایمان،2/348، حدیث:2002

حضور رمضان کیسے گزارتے تھے؟

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 20ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کئے جا رہے ہیں)

بنتِ محمد سلطان
(درجہ: رابعہ، جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار گلشن کالونی، واہ کینٹ)

رمضان وہ مبارک مہینا ہے کہ صرف اسی مہینے کے روزے ربِّ کریم نے مسلمانوں پر فرض فرمائے ہیں، اس کے علاوہ کسی اور مہینے کے روزے فرض نہیں فرمائے اور اسی مبارک مہینے میں ربِّ کریم نے اپنا کلام پاک نازل فرمایا۔ رمضان المبارک کے دن برکتوں والے اور راتیں رحمتوں والی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اس مہینے سے بہت محبت فرماتے اور جب بھی رجب شریف تشریف لاتا تو رمضان سے جا ملنے کی دعا بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رجب شریف آتا تو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم یوں دعا مانگتے: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبٍ وَّ شَعْبَانَ وَ بَلِّغْنَا رَمَضَان یعنی اے اللہ پاک! تو ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکتیں عطا فرما اور ہمیں رمضان تک پہنچا۔(1)

اس پیارے پیارے ماہ کو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کس انداز سے گزارتے تھے، چند جھلکیاں پیشِ خدمت ہیں:

سحری حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے سحری کے وقت مجھ سے فرمایا: اے انس! میرا روزہ رکھنے کا ارادہ ہے، مجھے کچھ کھلاؤ! تو میں نے کچھ کھجوریں اور ایک برتن میں پانی پیش کیا۔(2) یعنی سحری ایک عظیم سنت ہے۔ جو لوگ سحری کے بغیر ہی روزہ رکھ کر اس پر فخر کرتے نظر آتے ہیں، حالانکہ یہ کوئی فخر کا موقع ہر گز نہیں! سحری کی سنت چھوٹنے پر تو افسوس ہونا چاہئے کہ افسوس! حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ایک عظیم سنت چھوٹ گئی!(3)

قرآنِ کریم کا دور حضور ماہِ رمضان میں پورے قرآنِ کریم کا دور فرماتے۔ چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت جبریلِ امین علیہ السلام رمضانُ المبارک کی ہر رات میں ملاقات کیلئے حاضر ہوتے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ قرآنِ کریم کا دَور فرماتے۔(4)

شب بھر عبادت جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو حضور رات کو زندہ کرتے (یعنی شب بیداری فرماتے)، اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے، عبادت میں خوب کوشش کرتے اور تہبند مضبوطی سے باندھ لیتے (یعنی عبادت کے لیے تیار ہو جاتے۔)(5)

اعتکاف رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف سنتِ رسول ہے۔ مسجدِ نبوی میں جس جگہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اعتکاف کے لئے تخت بچھاتے وہ بطور یادگار ایک مبارک ستون بنام اُسْطُوَانَۃُ السَّرِیْر آج بھی قائم ہے۔(6)

خیرات حضور کے در سے کوئی منگتا کبھی خالی ہاتھ نہ گیا مگر ماہِ رمضان میں دریائے کرم خصوصی جوش پر ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب ماہِ رمضان آتا تو حضور ہر قیدی کو رہا کر دیتے اور ہر منگتے کو عطا فرماتے۔(7)

سبحان اللہ! کیا شان ہے حضور کی اور کیا ہی محبت ہے ماہِ

رمضان سے! اسی محبت کی وجہ سے تو رمضان ہمارے لئے رمضان المبارک بن گیا۔ اللہ کریم ہم سب کو بھی حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ماہِ رمضان سے محبت کے صدقے غمِ رمضان عطا فرمائے۔ اٰمین بجاہِ خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

بنتِ محمد افضل
(درجہ: اولیٰ، جامعۃ المدینہ گرلز معراجکے، سیالکوٹ)

روزہ کی تعریف روزہ کے لغوی معنیٰ ہیں: رُکنا۔ شریعت کی اِصطلاح میں وقتِ مخصوص یعنی صُبحِ صادِق سے لے کر غُروبِ آفتاب تک بہ نیتِ روزہ کھانے پینے اور ہمبستری سے رُکے رہنے کو روزہ کہتے ہیں۔[8] روزوں کے متعلق قرآنِ پاک میں ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَۙ(۱۸۳) (پ2، البقرۃ:183) ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ یعنی آج تک جتنے انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی اُمتیں آئیں ان پر روزے فرض کیے گئے، مطلب یہ ہے کہ روزہ بڑی پرانی عبادت ہے اور پچھلی اُمتوں میں کوئی اُمت ایسی نہیں گزری جس پر اللہ پاک نے روزے تمہاری طرح فرض نہ کئے ہوں۔[9]

حضور رمضان کیسے گزارتے؟

عبادت میں مشغولیت جب ماہِ رمضان آتا تو حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم 20 دن نیند اور نماز کو ملاتے تھے۔ جب آخری عشرہ آتا تو (دن رات) اللہ کی عبادت کے لئے تیار ہو جاتے۔[10]

دعاؤں کی کثرت جب ماہِ رمضان آتا تو حضور بہت نمازیں پڑھتے اور خوب دعائیں مانگتے۔[11]

خیرات حضور رمضان میں خوب خیرات کرتے تھے۔ بلکہ ایک روایت کے مطابق جب ماہِ رمضان آتا تو حضور ہر قیدی کو رہا کر دیتے اور ہر منگتے کو عطا کرتے۔[12]

افطار حضور نماز سے پہلے تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے، تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں یعنی چھوہاروں سے اور یہ بھی نہ ہوتیں تو چند چلو پانی پیتے۔[13]

اعتکاف حضور ماہِ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرماتے، مگر ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے پہلے رمضان سے 20 رمضان تک اعتکاف کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: میں نے شبِ قدر کی تلاش کے لئے رمضان کے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر درمیانی عشرے کا اعتکاف کیا، پھر مجھے بتایا گیا کہ شبِ قدر آخری عشرے میں ہے۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہے وہ کر لے۔[14]

یہی روایت کچھ تفصیل کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کچھ یوں مروی ہے کہ حضور نے رمضان المبارک کے پہلے عشرے کا اعتکاف فرمایا، پھر ایک ترکی خیمے کے اندر درمیانی عشرے کا اعتکاف کیا جس کے دروازے پر چٹائی لگی ہوئی تھی، آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے وہ چٹائی ہٹائی اور خیمے کے ایک کونے پر کر دی، پھر خیمے سے سر مبارک باہر نکال کر فرمایا: میں نے اس رات کی تلاش میں پہلے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر درمیانے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر مجھے اللہ پاک کی طرف سے یہ خبر دی گئی کہ شبِ قدر آخری عشرے میں ہے، لہٰذا جو میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہے وہ اعتکاف کر لے۔ میں نے شبِ قدر کو طاق رات میں دیکھا اور میں شبِ قدر کی صبح کو پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا تھا۔ اکیسویں رات کو آپ نے رات بھر عبادت میں گزاری۔ صبح کے وقت بارش ہوئی اور مسجد شریف کی چھت مبارک ٹپکنے لگی۔ جب آپ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر نکلے تو آپ کے ماتھے اور ناک کی چوٹی کا کنارہ پانی اور مٹی سے تر تھے اور یہ آخری عشرے کی اکیسویں صبح تھی۔[15] چنانچہ اس کے بعد حضور اپنے وصالِ ظاہری تک رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرماتے رہے، پھر آپ کے بعد آپ کی پاکیزہ بیویوں نے اعتکاف فرمایا۔[16]

---

1 معجم اوسط، 3/85، حدیث: 3939 2 سننِ کبریٰ للنسائی، 2/80، حدیث: 2477 3 فیضانِ رمضان، ص106 ملخصاً 4 بخاری، 1/10، حدیث: 6 5 مسلم، ص462، حدیث: 2787 6 فیضانِ رمضان، ص231 7 شعب الایمان، 3/311، حدیث: 3629 8 تفسیر خان، 1/119 9 تفسیر خازن، 1/119 10 مسند امام احمد، 9/338، حدیث: 24444 11 شعب الایمان، 3/310، حدیث: 3625 12 شعب الایمان، 3/311، حدیث: 3629 13 ابوداود، 2/447، حدیث: 2356 14 مسلم، ص457-458، حدیث: 2769 ملخصاً 15 مسلم، ص458، حدیث: 2771 16 بخاری، 1/664، حدیث: 2026

حضرت ایوب علیہ السلام کے معجزات و عجائبات

سید الصابرین حضرت ایوب علیہ السلام بھی اللہ پاک کے بہت ہی پیارے نبی گزرے ہیں۔ آپ کو ایوب اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ ہر حال میں اللہ پاک کی طرف رجوع فرمانے والے تھے۔[1] اللہ پاک نے آپ کے لیے دنیا کشادہ کر دی تھی، زمینِ شام کی گھاٹی کا راستہ اور پہاڑ آپ کی ملکیت میں تھے۔[2] آپ بہت مالدار، صحت مند اور بہت اولاد والے تھے۔[3] آپ کے سات بیٹے اور سات بیٹیاں تھیں۔ مویشیوں میں سے ہر قسم کے جانور آپ کے پاس تھے۔ 500 خدام کاشت کاری اور کھیت کی دیکھ بھال کرنے والے تھے۔ ہر خادم کے تحت 500 غلام بیوی بچوں سمیت تھے۔[4] آپ کے پاس 3 ہزار اونٹ، 7 ہزار بکریاں اور 5 سو بیل تھے۔[5] آپ شیطان کے ان واروں سے محفوظ تھے جن سے وہ مال و عزت والوں، غافلوں اور اللہ پاک کی اطاعت سے منہ موڑ کر دنیا میں مشغول رہنے والوں کو مبتلا کرتا ہے۔[6]

امتحان سے پہلے تیاری کا جائزہ حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش کا وقت قریب آیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: اے ایوب! عنقریب آپ کا رب آپ پر ایسی آزمائش اور ہولناک معاملہ نازل فرمائے گا کہ جسے پہاڑ بھی برداشت نہیں کر سکتے! تو آپ نے ارشاد فرمایا: اگر میں محبوب کے ساتھ تعلق میں ثابت قدم رہا تو ضرور صبر کروں گا یہاں تک کہ کہا جائے گا: یہ انتہائی تعجب خیز بندہ ہے۔ اس کے بعد انہیں یہ آواز سنائی دی: اے ایوب! میری آزمائش کے لئے تیار ہو جاؤ، میرا حکم اور فیصلہ نازل ہونے تک صبر کرتے رہو۔[7]

آزمائش کا سبب حضرت ایوب علیہ السلام اللہ پاک کا ذکر اور اس کی حمد کرنے میں مصروف ہوتے تو فرشتے آپ کے لیے دعائے رحمت کیا کرتے تھے۔ ابلیس نے سنا تو وہ سرکشی و حسد کی آگ میں جل اٹھا، چنانچہ اس نے اللہ پاک سے عرض کی: الٰہی! میں نے تیرے بندے ایوب کے معاملے پر غور کیا تو میں نے دیکھا کہ تو نے اپنے بندے کو نعمتوں سے نوازا ہے، اس لیے اس نے تیرا شکر کیا، تو نے اس کو عافیت عطا کی تو اس نے تیری حمد کی۔ تو نے اسے شکر اور اپنی عبادت کی جو توفیق عطا کی ہے۔ اگر اس سے لے کر اسے آزمائش میں مبتلا کر دے تو وہ تیری فرمانبرداری نہیں کرے گا۔ اللہ پاک نے فرمایا: جا! میں نے تجھے اس کے مال پر غلبہ عطا کیا۔ ابلیس فوراً آسمان سے زمین کی طرف آیا اور خبیث جنات و سرکش شیاطین کو جمع کر کے بولا: مجھے ایوب کے مال پر غلبہ دیا گیا ہے، یہ ایسی سخت مصیبت ہے کہ جس پر لوگ صبر نہیں کر سکتے! بتاؤ! تمہارے اندر کیا طاقت ہے؟ ایک خبیث شیطان بولا: مجھے ایسی قوت دی گئی ہے کہ اگر میں چاہوں تو آگ کا طوفان بن کر جس چیز پر گزروں اس کو جلا دوں۔ ابلیس بولا: جس وقت حضرت ایوب کے اونٹ اپنی چراگاہوں میں ہوں تم جا کر انہیں جلا دینا۔ چنانچہ ایک دم زمین کے نیچے سے آگ کا طوفان نکلا جس نے اونٹوں کو چرواہوں سمیت جلا کر راکھ کر دیا۔ اس کے بعد ابلیس اونٹوں کے نگران کی صورت میں حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس پہنچا، آپ عبادت میں مصروف تھے، کہنے لگا: اے ایوب! ایک آگ آئی جس نے سب اونٹوں کو ہر طرف سے گھیر کر انٹوں کو چرواہوں سمیت جلا ڈالا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: الحمد للہ! جس نے دیئے تھے اسی نے لے

لیے۔ ادھر اتنے بڑے حادثہ پر لوگ بڑے حیران تھے، کوئی کہتا: آپ کسی کی عبادت نہیں کرتے بلکہ دھوکے میں مبتلا ہیں۔ کوئی کہتا: آپ کا کوئی خدا ہوتا تو وہ اس بات پر قدرت رکھتا کہ آپ کی کوئی چیز ضائع نہ ہو۔ کسی نے کہا: ایوب کے خدا نے یہ آگ اس لئے بھیجی ہے تاکہ ان کا دشمن خوش ہو اور دوست کو دکھ پہنچے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ان کی باتیں سن کر فرمایا: الحمدللہ! جب اللہ پاک تجھے کوئی چیز عاریۃً دے تو تجھے اترانے کا حق نہیں اور جب اپنی دی ہوئی چیز واپس لے تو تجھے رونا پیٹنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ اس چیز کا اللہ پاک ہی زیادہ حق دار ہے اور وہی تیرا بھی مالک ہے۔

آپ کی اس گفتگو سے ابلیس کو مزید ذلت محسوس ہوئی تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اب تمہارے پاس کون سی طاقت ہے؟ کیونکہ پہلے حملے سے ایوب کا دل زخمی نہیں ہوسکا! ایک دیو بولا: میرے اندر ایسی قوت ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں ایسی چیخ ماروں کہ اسے سننے والی ہر جان دار چیز کی جان نکل جائے۔ ابلیس بولا: ٹھیک ہے! تم بھیڑ بکریوں کو چرواہوں سمیت ختم کردو۔ حکم پاکر دیو فوراً چل دیا اور بھیڑ بکریوں کے درمیان پہنچ کر ایک چیخ ماری جس سے تمام بکریاں اور ان کے چرواہے مرگئے۔ اس کے بعد ابلیس چرواہوں کے نگران کی شکل میں حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس پہنچا، آپ اس وقت بھی عبادت میں مصروف تھے۔ ابلیس نے وہی بات کہی جو پہلے کہی تھی اور حضرت ایوب علیہ السلام نے بھی پہلے کی طرح ہی جواب دیا تو ابلیس اس بار بھی ذلیل ہوکر واپس چلا گیا اور اپنے ساتھیوں سے پھر پوچھنے لگا: اب بتاؤ! تمہارے پاس کیا طاقت ہے؟ اس بار بھی ایوب کا دل زخمی نہیں ہوسکا! ایک خبیث جن کہنے لگا: اگر میں چاہوں تو آندھی بن سکتا ہوں جو ہر چیز کو اڑا کرلے جائے گی۔ ابلیس نے اسے بیلوں اور کھیتوں کی تباہی کا حکم دیا تو اچانک ایک طوفانی ہوا چلی اور ہر چیز کو اڑا کرلے گئی، گویا کہ کچھ تھا ہی نہیں۔ اس کے بعد ابلیس کھیتی باڑی کے نگران کی شکل بنا کر حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آیا، آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ ابلیس نے وہی پہلے والی بات کی اور آپ نے بھی وہی جواب دے دیا۔ آخر جب آپ کے پاس کسی طرح کا مال نہ رہا اور پھر بھی آپ نے اللہ پاک کی حمد و ثنا بیان کی، اس کے فیصلوں پر راضی رہے اور آزمائش پر صبر ہی کیا تو ابلیس نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: الٰہی! ایوب جانتا ہے کہ تونے اسے آل و اولاد سے نوازا ہے تو مال بھی عنایت کردے گا، کیا تو مجھے اس کی اولاد پر غلبہ عطا فرمادے گا؟ یہ مصیبت ایسی ہے جس پر دل برقرار نہیں رہ سکتے۔ اللہ پاک نے اسے حضرت ایوب کی اولاد پر بھی غلبہ عطا کردیا جو کہ ایک محل میں تھی۔ ابلیس نے اس محل کے در و دیوار کو جھنجھوڑ ڈالا، دیواروں کو آپس ٹکرادیا، ان پر لکڑیاں اور پتھر بھی پھینکے، یہاں تک کہ جب سب کو خوب زخمی کردیا تو محل کو اٹھا کر الٹ دیا، پھر سب کی ہلاکت کے بعد بچوں کے استاد کی شکل بنا کر حضرت ایوب علیہ السلام کی خدمت میں اس حال میں پہنچا کہ خود بھی زخمی تھا، چہرے پر خراشیں تھیں، جسم سے خون بہ رہا تھا، آتے ہی بولا: اگر آپ وہ منظر دیکھ لیتے کہ جب آپ کے بچے سخت تکلیف میں مبتلا ہوئے تھے، سر کے بل گرے، ان کے بدن اور دماغ سے خون بہ رہا تھا، اگر آپ دیکھ لیتے کہ کیسے ان کے پیٹ پھٹے اور انتڑیاں بکھریں تو آپ کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا۔ ابلیس اسی طرح کے دردناک جملے کہتا رہا بالآخر آپ کے دل میں رقت پیدا ہوئی اور کہا: کاش! میری ماں نے ہی مجھ کو نہ جنا ہوتا! ابلیس نے اس بات کو غنیمت سمجھا اور فوراً بارگاہِ الٰہی کی طرف دوڑ لگائی مگر ادھر حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے الفاظ سے رجوع کرلیا اور توبہ و استغفار میں مشغول ہوگئے تو فرشتوں نے آپ کی توبہ و استغفار کو ابلیس کے پہنچنے سے پہلے ہی بارگاہ الٰہی میں پیش کردیا۔ ابلیس پھر ذلیل ہوا مگر اپنی حسد کی آگ سے مجبور ہوکر کہنے لگا: الٰہی! تونے ایوب کو تندرستی دی ہے اور جسمانی تکلیف سے محفوظ رکھا ہے، وہ جانتا ہے کہ تو اسے

مزید مال و اولاد عنایت کر دے گا، اس لئے مال و اولاد کی ہلاکت کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا، لہٰذا مجھے اس کے جسم پر بھی غلبہ عطا کر دے۔ اللہ پاک نے یہ اجازت بھی دے دی مگر فرمایا: ایوب کی زبان اور دل پر تیرا زور نہ چلے گا۔ چنانچہ اجازت پا کر وہ فوراً حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آیا۔ اس وقت آپ سجدے میں تھے، سر اٹھانے بھی نہ پائے تھے کہ اس نے ناک کے سوراخ میں ایک پھونک ماری جس سے آپ کا جسم زخموں سے بھر گیا، اس وجہ سے سب نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا، صرف آپ کی بی بی رحمت نے ساتھ دیا۔ وہ آپ کے پاس آتی رہیں اور آپ کی ضروریات پوری کرتی رہیں۔

آپ پر اس وقت تک صرف تین افراد ایمان لائے تھے۔ ان میں سے ایک یمنی تھا جس کا نام الیقن تھا جبکہ دو آپ ہی کی بستی کے رہنے والے تھے، ایک کا نام یلد اور دوسرے کا نام صافر تھا، تینوں ہم عمر تھے۔ جب ان تینوں نے آپ کی حالت دیکھی تو وہ بھی الگ ہو گئے، مگر آپ کے دین کو نہ چھوڑا۔ جب آپ کی آزمائش بڑھ گئی تو ایک روز تینوں حاضر ہو کر مختلف اندیشوں وغیرہ کا اظہار کرنے لگے تو ایک نے سمجھایا کہ ایسی باتیں نہ کرو، کیونکہ حضرت ایوب علیہ السلام کا تم پر حق اور ذمہ داری ہے۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ تمہاری باتوں سے ان کا دل دکھا ہے! کیا تم نہیں جانتے کہ وہ اللہ پاک کے نبی ہیں اور وہ اس وقت تمام زمین والوں سے پیارے اور اللہ پاک کے چنے ہوئے بندے ہیں۔ ذرا بتاؤ تو سہی کہ جب سے انہیں نبوت ملی کبھی اللہ پاک نے ان کی کسی حرکت کو ناپسند کیا ہو یا جو عزت انہیں عطا فرمائی ہے اس کا کوئی حصہ چھین لیا ہو؟ نہ یہ کہہ سکتے ہو کہ جب سے تم ان کے ساتھ ہوئے ہو کبھی آج تک انہوں نے کوئی ناحق بات کہی ہو! جس دکھ، تکلیف کو تم ان کے لیے اچھا نہیں سمجھ رہے حقیقتاً وہ بُرائی کا سبب نہیں، کیونکہ اللہ پاک اپنے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیک لوگوں کو دکھ تکلیف میں مبتلا کرتا ہے، اس کی طرف سے یہ دکھ ملنا اور امتحان میں مبتلا کرنا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ ان سے ناراض ہے، بلکہ یہ معاملہ تو ان کے لیے مزید عزت افزائی اور فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔ نیز تمہارے خیال کے مطابق اگر فرض کر لیا جائے کہ حضرت ایوب علیہ السلام اللہ پاک کے نزدیک کسی مرتبہ پر نہ بھی ہوں تب بھی وہ تمہارے بھائی تو ہیں ہی! تم ان کے ساتھ رہ کر ان سے بھائیوں والا سلوک تو کر لیتے، بالفرض اگر تم ان کو پیغمبر نہ بھی مانو تو دوست ہی سمجھ لیتے، کیونکہ ایک مدت تک تم ان کے ساتھ رہے ہو اور کسی عقل مند کے لیے جائز نہیں کہ اپنے دوست سے اس کی مصیبت کے وقت الگ ہو جائے یا اس کو بُرا بھلا کہے۔ مناسب تو یہ ہے کہ اس سے ہمدردی کی جائے، اس کے لیے دعا کی جائے اور جو تدبیریں اس کے معاملے کو درست کرنے والی ہیں وہ بتائی جائیں۔ عقل مند اور ہدایت یافتہ وہ نہیں جو ان باتوں سے جاہل ہو۔ الغرض اس نے انہیں اس طرح کی اور بھی نصیحتیں کیں۔(8)

آزمائش کی مدت حضرت ایوب علیہ السلام کتنا عرصہ آزمائش میں رہے، اس میں مختلف اقوال ہیں: بعض نے 13 سال اور بعض نے 18 سال کہا ہے، اس کے علاوہ بھی کئی اقوال ہیں۔(9) بہر حال ایک مرتبہ آزمائش کے زمانے میں آپ علیہ السلام کی بیوی صاحبہ نے آپ سے عرض کی: اگر آپ اللہ پاک سے دعا کریں تو وہ ضرور آپ کو شفا عطا فرما دے گا۔ آپ نے ان سے فرمایا: 70 سال میں اللہ پاک کی نعمتوں میں پلتا رہا، اب کم از کم 70 سال تو اس آزمائش پر صبر کر لوں۔ اس کے بعد آپ کی بیوی صاحبہ نے پھر کبھی آپ سے ایسی بات نہیں کی اور ثواب کی نیت سے آپ کی خدمت جاری رکھی۔(10) (جاری ہے)

---

(1) تفسیر قرطبی، جزء: 11، 6/ 186 (2) تفسیر مظہری، 6/ 147 (3) سیرت الانبیاء، ص479 (4) تفسیر حسنات، 4/ 289 (5) تفسیر نسفی، ص724 (6) تفسیر مظہری، 6/ 147 (7) الروض الفائق، ص87 تا 88 (8) تفسیر مظہری، 6/ 147 تا 150 (9) تفسیر روح المعانی، جزء: 17/ 106 (10) البدایہ والنہایہ، 1/ 309

شرح سلامِ رضا

بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان) گوجرہ منڈی بہاؤالدین

(109)

ان کے ہر نام و نسبت پہ نامی درود
ان کے ہر وقت و حالت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی **نامی:** نامور، مشہور، بڑھنے والا۔

مفہومِ شعر حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عظمت وشان کے لحاظ سے آپ کے جتنے بھی مبارک نام ہیں، ان میں سے ہر ایک نام مبارک اور اس نام کی جس شان کی طرف نسبت ہے اس نسبت پر مشہور اور بڑھنے والا درود، نیز آپ کے بچپن و جوانی، خلوت و جلوت، نماز و روزہ، نیند و بیداری، سیاست اور حکومت و تجارت وغیرہ کے ہر لمحے اور حالت پر لاکھوں سلام۔

شرح ان کے ہر نام و نسبت: حضور کی ذاتِ مبارکہ کی طرح آپ کے نام اور آپ کی نسبتیں بھی تمام ناموں اور نسبتوں سے اعلیٰ ہیں۔ آپ کے مبارک ناموں میں سے ننانوے نام بہت مشہور ہیں۔ آپ کا ہر نام شان و عظمت کا مظہر اور کئی خوبصورت معانی والا ہے، البتہ کچھ مبارک نام ایسے ہیں جن کے معانی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ آپ کے تمام ناموں میں سب سے افضل و اعلیٰ آپ کا ذاتی نام **"محمد"** ہے۔ یہی نام لوحِ محفوظ کے ماتھے کا جھومر اور جنتی حوروں کی آنکھوں کا نور ہے۔ حضرت عبدُ الرحمٰن جامی کیا خوب فرماتے ہیں:

اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم | نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

یعنی اگر حضرت آدم علیہ السّلام نامِ محمد کو شفیع نہ بناتے تو نہ توبہ کو پاتے اور نہ حضرت نوح علیہ السّلام ڈوبنے سے نجات پاتے۔

سب لوگوں کے نام ان کے ماں باپ رکھتے ہیں، لقب قوم جبکہ خطاب حکومت دیتی ہے مگر حضور کو یہ تینوں چیزیں آپ کے رب کی طرف سے عنایت ہوئیں، مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نامِ **محمد** کو اسمِ جلالت یعنی لفظ **اللہ** سے بہت مناسبت ہے: لفظ **اللہ** اپنی دلالت میں حروف کا محتاج نہیں، شروع کا **الف** نہ رہے تو **لِلّٰہ** بن جاتا ہے، اگر شروع کا **لام** بھی نہ رہے تو **لَہٗ** ہے اگر درمیان کا **الف** بھی نہ ہو تو **ہٗ** ہے۔ یونہی لفظ **محمد** بھی حرفوں کا محتاج نہیں، شروع کی **میم** الگ ہو جائے تو **حمد** رہتا ہے، اگر **ح** بھی اڑ جائے تو **مد** ہے یعنی کھینچنا، مخلوق کو کھینچ کر خالق تک پہنچاتے ہیں، اگر بیچ کی **میم** بھی نہ رہے تو **دال** باقی رہے بمعنی رہبر۔[1]

(110)

ان کے مولا کے ان پہ کروروں درود
ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی **اصحاب:** ساتھی۔ **عترت:** اولاد۔

مفہومِ شعر آپ پر آپ کے رب کی طرف سے کروڑوں درود اور آپ کی اولاد و اصحاب پر لاکھوں سلام نازل ہوں۔

شرح حضور پر ہم غلام ہی نہیں بلکہ آپ کا خالق و مالک بھی درود بھیجتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّؕ (پ22، الاحزاب: 56) ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ یعنی اللہ کریم نے درود و سلام میں آپ کو کسی کا محتاج نہیں رکھا بلکہ خود اپنے محبوب پر درود و سلام بھیجتا ہے، البتہ جو آپ کی خدمت میں درود و سلام پیش کرے گا اس کا اپنا ہی بھلا ہے۔ اس شعر میں حضور کے آل واصحاب دونوں پر درود و سلام بھیجا گیا ہے، آل و عترت اور اہلِ بیت کا ذکر چونکہ اگلے اشعار میں بھی ہو رہا ہے، لہٰذا ان کا ذکر آگے آرہا ہے،

جبکہ اصحاب سے مراد وہ خوش نصیب ہستیاں ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں حضور کی صحبت کا شرف حاصل کیا اور ایمان ہی پر ان کا خاتمہ ہوا۔[2] ان کا مقام و مرتبہ اتنا بلند ہے کہ دنیا کے تمام غوث، قطب، ابدال اور اولیا کسی صحابی کی گرد راہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ یہی وہ پاکیزہ ہستیاں ہیں جنہوں نے مصطفوی مشن کی اپنے خون سے آبیاری کی ہے، ان کی عظمت و شرف کے لیے یہی سند کافی ہے کہ ان کے متعلق حضور نے ارشاد فرمایا: یہ ہدایت کے ستارے ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤگے۔[3]

(111)

پارہ ہائے صحف غنچہ ہائے قدس
اہلِ بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی **پارہ ہائے صحف:** قرآنِ کریم کے پارے۔ **غنچہ ہائے قدس:** مقدس کلیاں۔

مفہوم شعر مقدس کلام کے ٹکڑے اور پاکیزہ کلیاں یعنی نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اہلِ بیت پر لاکھوں سلام۔

شرح پارہ ہائے صحف غنچہ ہائے قدس: یہاں گویا کہ اہلِ بیت پاک کو کلام مقدس کے پاروں اور پاکیزہ کلیوں سے تعبیر فرمایا گیا ہے کہ حضور کے اہلِ بیت پاکیزگی میں ایسے ہیں جیسے کلام پاک کے ٹکڑے اور باغ جنت کی مقدس کلیاں۔ اہلِ بیت پاک اور قرآنِ مجید ہدایت کے دو پیمانے ہیں جیسا کہ حضور کا فرمان ہے: میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں کہ میرے بعد جب تک ان کو تھامے رہوگے گمراہ نہ ہوگے: ایک کتابُ اللہ اور دوسری میری آل۔[4] البتہ! اہلِ بیت سے مراد کون ہیں، اس میں کئی اقوال ہیں: بعض کے نزدیک وہ پاکیزہ بیویاں مراد ہیں جو حضور کے مقدس گھر میں رہتی تھیں۔ بعض کے نزدیک حضرت فاطمہ، علی اور حسنینِ کریمین مراد ہیں۔[5] جبکہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں: اہلِ بیت میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات، حضرت فاطمہ زہرا، علی المرتضیٰ اور حسنین کریمین سب داخل ہیں، آیات و احادیث کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی حضرت امام ابو منصور ماتریدی سے منقول ہے۔[6] البتہ اس شعر میں صرف بیٹیاں اور نواسے مراد ہیں، مقدس بیویوں اور آپ کے خُلَفا کا ذکر آئندہ اشعار میں آرہا ہے۔

(112)

آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے
اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی **آبِ تطہیر:** پاکیزہ پانی۔ **ریاض:** کیاری **نجابت:** بزرگی۔

مفہوم شعر اس بزرگ و برتر باغ کی عظمت پہ لاکھوں سلام جس سے اللہ نے ہر ناپاکی کو دور فرما دیا۔

شرح اس شعر کے دو معانی ہوسکتے ہیں: ایک معنیٰ کے اعتبار سے اس میں آیتِ تطہیر یعنی اللہ پاک کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ﴿۳۳﴾ (پ22، الاحزاب: 33) ترجمہ: اے نبی کے گھر والو! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کرکے خوب صاف ستھرا کردے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ جس باغ میں پاک پانی سے مقدس پھول اور پودے اُگے ہیں اس بزرگ و اشرف گلشنِ نبوت پر لاکھوں سلام۔ جبکہ دوسرے اعتبار سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس شعر میں حضور کے مادۂ تولید کو آبِ تطہیر سے تعبیر فرمایا گیا ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اس آبِ تطہیر سے جو پودے یعنی آپ کی اولاد پاک پیدا ہوئی اس ریاضِ نجابت یعنی حضور کی پاکیزہ کیاری پر لاکھوں سلام۔

---

[1] تفسیر نعیمی، 4/220 مفہوماً [2] ہمارا اسلام، ص100 [3] مشکوۃ المصابیح، 2/414، حدیث: 6018 [4] صواعق محرقہ، ص145 [5] تفسیر خازن، 3/499 [6] خزائن العرفان، ص780

مدنی مذاکرہ

اگر شوہر بے حس ہو تو بیوی کیا کرے؟

سوال: بے حس شوہر کے دل میں بیوی کا احساس کیسے پیدا کیا جائے؟

جواب: اگر بیوی اس کو پیار دے تو شوہر کی بے حسی ختم ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ بعض اوقات شوہر بے حس نہیں ہوتا بلکہ بیوی دو قدم آگے ہوتی ہے مثلاً جیسے ہی شوہر گھر میں آئے گا تو بیوی پہلے بچوں کی شکایت کرے گی، پھر پوچھے گی کہ فلاں چیز لائے یا نہیں؟ اگر نہیں لایا تو اب کو سنے دے گی کہ روز یاد دِلاتی ہوں لیکن آپ کو یاد ہی نہیں رہتا۔ اب جواب میں وہ بھی بھڑکے گا اور گھر میں کُہرام مچ جائے گا۔ اِس جھگڑے کی بِنا پر فقط شوہر کو ہی بے حس نہیں کہہ سکتے۔ بیوی نے بھی بے حسی کا مُظاہرہ کیا ہے۔ بیوی کو چاہیے کہ جب شوہر گھر آئے تو مسکرا کر استقبال کرے، چائے پانی یا جو بھی اس کی ضَرورت ہے پیش کرے۔ اب اس کی حس اور بے حسی کا پتا چلے گا؟ اور اگر واقعی میں وہ بے حس ہی تھا تو بیوی کے اچھے رویے سے باحس ہو جائے گا۔

اگر شوہر حقوق پورے نہ کرے تو؟

اگر شوہر بے حس ہے، شرابی کبابی یا جواری ہے، گھر میں لڑائی جھگڑا کرتا ہے تب بھی بیوی کو اس کا خیال نہ رکھنے کی اِجازت نہیں۔ بیوی کو چاہیے کہ شوہر کے حقوق ادا کرتی رہے اور شوہر کا رَویہ اچھا ہونے کے لیے دُعا بھی کرتی رہے۔ اگر بیوی اس کے ساتھ حُسنِ سلوک کرے گی تو ہی گھر چلے گا ورنہ تو کچھ اور چل جائے گا جو کہ گھر کو بَرباد کرنے والا ہوتا ہے۔

شوہر گھر کا افسر ہوتا ہے

سوال: کیا شوہر کو بیوی کی ہر خواہش پوری کرنا لازمی ہے؟

جواب: قرآنِ پاک میں اللہ پاک نے اِرشاد فرمایا: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (پ5، النسآء: 34) ترجمہ: مرد عورتوں پر نگہبان ہیں۔ تو مرد عورت پر حاکم ہے لہٰذا عورت کو مرد کی اِطاعت اور فرمانبر داری کرنی ہے۔ اس کے بجائے اگر عورت چاہے کہ شوہر میری مانے اور میرا فرمانبر دار ہو تو یہ دُرُست نہیں۔ جائز دَرخواستیں اور فرمائشیں مثلاً طرح طرح کے کھانوں، نت نئے ڈیزائن کے کپڑوں وغیرہ وغیرہ کی طلب پوری کرنا شوہر پر واجب نہیں۔ واجب صِرف نان نفقہ وغیرہ ہے البتہ اگر شوہر دِیگر فرمائشیں بھی پوری کرتا ہے تو یہ بیوی پر اِحسان ہوگا۔ چونکہ یہ ثواب کا کام ہے لہٰذا شوہر کو حتی الامکان جائز خواہشات پوری کرنی چاہئیں۔[1]

اپنی زوجہ سے اچھا سلوک کیجئے

سوال: اگر شوہر اپنی بیوی کے ساتھ نرمی کرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں تم **زن مرید** بن گئے ہو اس کا کیا حل ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص خوفِ خدا کے باعث اپنی زوجہ سے خوش اَخلاقی کے ساتھ پیش آتا ہے یا اس سے نَرم برتاؤ کرتا ہے اور لوگ اسے **زَن مُرید** ہونے کا طعنہ دیتے ہیں تو یقیناً یہ اس کی دِل آزاری کا سبب ہوگا۔ شوہر کو چاہیے کہ اپنی زوجہ کے ساتھ اچھا حسن جاری رکھے لوگوں کے کچھ بھی کہنے پر دِل چھوٹا کرے نہ ہرگز اپنے رویے میں تبدیلی لائے بلکہ مزید نرمی کے ساتھ پیش آئے۔ فی زمانہ لوگوں کے اَنداز یکسر بدل چکے ہیں خُصُوصاً اپنی زوجہ کے ساتھ ان کا رویہ اِنتہائی ناگفتہ بہ ہوتا جارہا ہے، اِس کے باوجود یہ لوگ اپنی زوجہ سے مُعافی مانگنا اپنی کسرِ شان سمجھتے ہیں، حالانکہ بیوی پر ظلم کیا ہو تو مُعافی مانگنا واجب

ہے۔ انہیں چاہیے کہ اپنی زوجہ سے مُعافی تلافی کرتے رہا کریں۔ یہ ضروری نہیں کہ ظلم کیا ہو گا تو ہی مُعافی مانگی جائے گی بلکہ اِحتیاطی مُعافی مانگ لی جائے تب بھی حرج نہیں بلکہ احتیاطی معافی مانگنا میاں بیوی کے درمیان محبت میں اِضافے کا سبب ہے۔ الحمد للہ! میرا معمول ہے میں احتیاطی مُعافی مانگتا رہتا ہوں جیسے کوئی بڑی رات یا بڑا دِن آتا ہے تو میں مُعافی تلافی کی ترکیب بنالیتا ہوں اِس سے ہرگز کسی کی شان میں کمی نہیں آتی اور نہ ہی کسی کی عزت کم ہوتی ہے۔[2]

کیا میاں بیوی جنّت میں یکجا ہوں گے؟

سوال: کیا میاں بیوی دونوں جنّت میں ایک ساتھ رہیں گے؟

جواب: جی ہاں! اگر میاں بیوی کا خاتمہ ایمان پر ہوا تو یہ دونوں جنّت میں ساتھ رہیں گے۔[3] اگر ان میں سے کسی کا معاذ اللہ ایمان سلامت نہ رہا تو دوزخ اس کا ٹھکانا ہو گا اور جو جنّت میں جائے گا اس کا کسی دوسرے جنّتی سے نکاح ہو جائے گا۔ جنّت میں جانے والے کو اپنے دوسرے فریق کے بچھڑنے کا کوئی غم و صَدمہ بھی نہیں ہو گا کیونکہ جنت غم اور صَدمے کا مقام نہیں۔[4]

شوہر کے لئے مَدَنی پھول

☆ بیوی سے حکمتِ عملی اور میانہ روی کے ساتھ نرمی والا برتاؤ رکھئے ☆ کسی بھی قسم کی حق تلفی ہونے کی صورت میں بیوی سے مَعْذرت کر لیجئے ☆ کھانے میں نمک کم یا زیادہ ہونے، کپڑوں کی اِستری برابر نہ ہونے وغیرہ کی صورت میں طَیش میں آنے کی بجائے نرمی سے سمجھانا مفید بلکہ محبّت میں زِیادَتی کا باعث ہو گا ☆ اپنی ضرورت کے کام حتَّی الامکان خود ہی کر لیجئے، ہر چھوٹے سے چھوٹے کام کے لئے حکم چلاتے رہنا گھر کے امن کو متاثّر کرتا ہے ☆ خدانا خواستہ ماں اور بیوی میں اِختِلاف ہو جانے پر اِنصاف کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیجئے، ایسی صورت میں ماں کو جھاڑنے یا بیوی کو مارنے کے بجائے صِرف نرمی سے کام لیجئے۔

بیوی کے لئے مَدَنی پھول

☆ شوہر کا ہر وہ حکم جو شریعت کے مطابق ہو ضرور بجالایئے ☆ شوہر کا کھڑے ہو کر استقبال کیجئے اور اِسی طرح رُخصت بھی کیجئے ☆ شوہر سے بے جا مطالبات کرنے سے بچئے اور اُن کی اِجازت کے بغیر ہر گز گھر سے باہر مت نکلئے ☆ ساس اور سسر سے والدین کی طرح عزّت و اِحترام سے پیش آیئے جبکہ نند کو اپنی بہن کا درجہ دیجئے ☆ ان سے بگاڑنے کے بجائے خدمت کر کے ثواب کی حقداری حاصل کیجئے ☆ ساس کی جھڑکیاں ماں کی ڈانٹ سمجھ کر برداشت کر لیجئے، ورنہ جوابی کاروائی کی صورت میں گھر کا اَمْن متاثّر ہونے کا اِمکان ہے ☆ سُسرال کی کمزوریاں بدسُلوکی کی داستان میکے میں سنانے کے بجائے **ایک چپ 100 سکھ** کے اُصول پر عمل اور دعائے خیر کیجئے ☆ گھر کے دیگر افراد کی موجودگی میں شوہر سے **کانا پھوسی** مت کیجئے، یوں ہی بہو کی موجودگی میں ماں اور بیٹی بھی **کانا پھوسی** سے بچیں، اِس طرح وسوسوں سے حفاظت ہو گی۔

متفرق مَدَنی پھول ☆ میاں بیوی اپنے والدین یا گھر کے دیگر افراد کی کمزوریاں اور کوتاہیاں ایک دوسرے کو بتانے سے مکمل گریز کریں ☆ **ہم تو برا کسی کا دیکھیں، سنیں نہ بولیں،** اگر گھر میں یہ اُصول نافذ کر لیا جائے تو مدینہ مدینہ ☆ والدین کا اِحترام ہمیشہ ہر حال میں لازم ہے ☆ شرعی پردے کے اہتمام کے ساتھ ساتھ گھر میں فیضانِ سنّت کا درس جاری کر دیجئے ☆ **زبان کا قفلِ مدینہ** گھر کے اَمْن کو بحال رکھنے میں بہترین مُعاوِن ہے ☆ گھر میں کہیں سے تعویذ برآمد ہو جائے تو بلا ثُبوتِ شرعی ایک دوسرے پر اِلزام تراشی سے گریز کیجئے کہ یہ کام شیطان کا بھی ہو سکتا ہے۔

رہے شاد و آباد میرا گھرانا کرم از پئے مصطفےٰ! غوث اعظم[5]

---

1 ملفوظات امیر اہل سنت، 1 / 498، 499 2 ملفوظات امیر اہل سنت، 1 / 207 3 التذکرۃ للقرطبی، ص 462 4 ملفوظات امیر اہل سنت، 1 / 153 5 ملفوظات امیر اہل سنت، 1 / 280

اُمِّ میلاد عطاریہ*

رمضان کی بہاریں اور مسلمان خواتین

اسلامی سال کا نواں مہینا اپنی مثال آپ ہے۔ جو ہر مسلمان کی زندگی پر مختلف پہلوؤں سے اثر انداز ہوتا ہے۔ یوں تو اللہ پاک کی رحمتیں سارا سال ہم گنہگاروں پر رہتی ہیں لیکن اس ماہ میں جو رحمتوں اور برکتوں کی چھما چھم برسات ہوتی ہے وہ سب مہینوں سے جدا ہے۔ یہ اہم مہینا ماہِ رمضان ہے جس کی آمد سے جہاں ایمان کو پختگی، روح کو تازگی اور جسم کو صحت ملتی ہے وہیں روز مرہ کے معمولات بھی بدل جاتے ہیں۔ اسلامی تاریخوں سے بالکل نابلد رہنے والوں کو بھی اس کی آمد کا علم ہو جاتا ہے۔ مسلمان گھرانوں کی روٹین بدل جاتی ہے۔ شام و سحر کے انداز بدل جاتے ہیں۔ عبادات کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔ مسجدوں کے ساتھ ساتھ گھروں سے بھی تلاوتِ قراٰن کی آوازیں ایمان کو فرحت بخشتی ہیں۔ تراویح، صدقہ و خیرات، دعا و اذکار اور دیگر اعمالِ صالحہ کا اہتمام ہونے لگتا ہے۔ مرد اور خواتین سب ہی اپنے اپنے طور پر اس ماہِ مبارک کا استقبال کرتے اور توشۂ آخرت جمع کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ لیکن یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض گھرانوں میں خواتین اس ماہِ مبارک میں بھی عبادت کے لئے اتنی ایکٹیو (Active) نہیں ہوتیں بلکہ ان کی توجہ دوسرے گھریلو کاموں کی طرف اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ رمضان میں سحری اور افطار کی تیاریوں کو ہی وہ اپنے لئے کافی سمجھتی ہیں اور اسی میں مشغول رہتی ہیں۔

اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ سحر و افطار کے وقت دستر خوان کی رونقوں کو بڑھانے کے جذبے کے ساتھ ساتھ دیگر عبادات کی طرف بھی رغبت کرنی چاہئے۔ خواتین پر انواع و اقسام کے کھانے بنانے کی ایک دُھن سوار ہو جاتی ہے۔ محنت، توجہ اور لگن سے دستر خوان کو اسپیشل بنانے کے لئے جتنا وقت دیا جاتا ہے اس سے کہیں زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ اس ماہ میں ثوابِ آخرت دلانے والے کاموں میں لگ کر اپنے نامۂ اعمال کو سنوارا جائے۔

اسی طرح گھر کے دیگر افراد کو بھی خیال کرنا چاہئے جو سحری یا افطاری میں من پسند چیز نہ ملنے یا تاخیر ہو جانے پر خواتین کو کوسنا شروع کر دیتے ہیں۔

خواتین وحضرات! سبھی کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس ماہ کی آمد کا

مقصد قرآنِ مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَۙ(۱۸۳)﴾ ترجَمۂ کنز العرفان: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔[1]

پیاری اسلامی بہنو! روزے کا مقصد تقویٰ و پرہیز گاری کا حصول ہے۔ روزے میں چونکہ نفس پر سختی کی جاتی ہے اور اسے کھانے پینے کی حلال چیزوں سے بھی روک دیا جاتا ہے تو اس سے اپنی خواہشات پر قابو پانے کی مشق ہوتی ہے جس سے ضبطِ نفس اور بُرے کاموں سے بچنے پر قوت حاصل ہوتی ہے اور یہی ضبطِ نفس اور خواہشات پر قابو وہ بنیادی چیز ہے جس کے ذریعے آدمی گناہوں سے رُکتا ہے۔ اگر ہم یہ مقصد حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہیں تو پھر اس ماہِ مبارک کی آمد کے فیضان کی کیسے مستحق بن سکیں گی۔

بعض اوقات گھر کے کاموں میں مصروفیت کے عذر کی وجہ سے نمازوں کو وقت پر ادا نہ کرنے اور انہیں قضا کرنے کے سنگین گناہ کو بھی خواتین معمولی سمجھتی ہیں۔ کاموں کی افراتفری میں کبھی نماز کو مکروہ وقت میں ادا کرتی ہیں۔ حالانکہ تاریخِ اسلام کی بزرگ خواتین کی سیرت دیکھی جائے تو معاملہ بالکل برعکس نظر آتا ہے، چنانچہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ آپ رمضانُ المبارک میں تراویح کا خاص اہتمام فرماتیں اور رمضان تو رمضان اس کے علاوہ بھی اکثر روزے رکھا کرتیں۔[2] لہٰذا رمضان شریف میں معمولات کو اس طرح ترتیب دینا چاہئے کہ نماز اور دیگر عبادات کو بحسن و خوبی بجالانے کے ساتھ ساتھ سحر اور افطار کے بابرکت لمحات میں ہم بھی اپنے پیارے ربِّ کریم کی بارگاہ میں دعائیں مانگتی رہیں۔ یہ بہت قیمتی لمحات ہوتے ہیں اور روزہ دار کی افطار کے وقت مانگی گئی دعا رد نہیں ہوتی۔ اللہ پاک کے آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: بے شک روزہ دار کے لئے اِفطار کے وقت ایک ایسی دُعا ہوتی ہے جو رد نہیں کی جاتی۔[3]

بوقتِ افطار دعا کرنے والے کی دعا کی قبولیت کی بشارت ہے اور حدیث پاک میں ہے کہ آسمان کے دروازے اُس کے لئے کھل جاتے ہیں اور اللہ پاک فرماتا ہے: مجھے میری عزت کی قسم! میں تیری ضرور مدد فرماؤں گا اگرچہ کچھ دیر بعد۔[4]

خواتین چاہیں تو گھریلو مصروفیات میں سے اپنے لئے وقت نکال سکتی ہیں یہ ناممکن یا اتنا مشکل کام نہیں ہے دراصل ہمیں اس بات کا احساس اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے کہ اس مہینے کے ایام اور لمحات کس قدر بابرکت ہیں اور یہ کتنا بڑا اللہ پاک کا انعام ہیں جسے ہم کچن کے غیر ضروری کاموں میں الجھ کر غفلت کی نذر کر دیتی ہیں۔

آج کل تو یہ بھی ذہن بنتا جارہا ہے کہ گھریلو کام کاج کی زیادتی کی وجہ سے خواتین فرض روزہ چھوڑ دیتی ہیں اور حاملہ خاتون کے بارے میں تو کئی لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید اسے روزہ معاف ہے جب کہ ایسا نہیں ہے صحیح مسئلہ یہ ہے کہ "حاملہ کے لئے اس وقت روزہ چھوڑنا جائز ہے جب اپنی یا بچے کی جان کے ضیاع کا صحیح اندیشہ ہو، اس صورت میں بھی اس کے لئے فقط اتنا جائز ہو گا کہ فی الوقت روزہ نہ رکھے بعد میں اس کی قضا کرنا ہو گی۔"[5]

اللہ پاک ہمیں اس ماہ کی قدر عطا فرمائے۔ نیک بیبیوں کی سیرت اور عبادات کی رغبت میں سے ہمیں بھی کچھ حصہ نصیب فرمائے جو نہ صرف فرض بلکہ نفل روزوں کا بھی کثرت سے اہتمام کرتی تھیں۔ گھریلو کام کاج میں بھی کمی نہ آنے دیتیں اور اولاد کی تربیت میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑتی تھیں۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

1 پ2، البقرۃ: 183 2 موطا امام مالک، 1/121، رقم: 260، سیرت مصطفیٰ، ص660 3 ابنِ ماجہ، 2/350، حدیث: 1753 4 ابنِ ماجہ، 2/349، حدیث: 1752 5 ماہنامہ فیضانِ مدینہ، رمضان المبارک 1441ھ، ص46۔

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی محمد ہاشم خان عطاری مدنی

اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے سے استحاضہ والی عورت کو خون نہ آئے تو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک اسلامی بہن کو استحاضے کا مرض ہے، انہیں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی وجہ سے اور رکوع و سجود میں جھکنے کی وجہ سے خون آتا ہے جبکہ بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھنے کی صورت میں خون نہیں آتا، تو اس صورت میں اس اسلامی بہن کے لیے کیا حکمِ شرعی ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

ہر وہ طریقہ کار جس سے معذورِ شرعی کا عذر جاتا رہے یا اس میں کمی ہو جائے اس کا اختیار کرنا معذور پر واجب ہے۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں ان پر لازم ہے کہ بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھیں۔ اور اس طرح کرنے سے وہ معذورِ شرعی کے حکم سے نکل جائیں گی۔

اس مسئلے کی فقہی توجیہ یہ ہے کہ جس طرح بلاعذرِ شرعی بغیر قیام اور رکوع و سجود کے نماز جائز نہیں ہوتی اسی طرح بلاعذرِ شرعی بغیر وضو کے نماز پڑھنا بھی جائز نہیں، لیکن شریعت مطہرہ نے بحالتِ اختیار بعض صورتوں میں سجدہ اور قیام ترک کرنے کی رخصت عطا فرمائی ہے، جیسا کہ نفل نماز پڑھنے والے کو بیٹھ کر یا سواری پر اشارے سے نماز پڑھنے کی رخصت دی گئی، جبکہ بحالتِ اختیار بے وضو نماز پڑھنے کی کسی صورت میں بھی رخصت عطا نہیں فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ قیام اور سجدوں کا ترک کرنا بے وضو نماز پڑھنے سے خفیف اور کمتر حکم رکھتا ہے، اور فقہ اسلامی کا اصول ہے کہ جب کوئی شخص دو آزمائشوں میں مبتلا ہو جائے تو اس کو حکم ہے کہ ان میں سے کمتر کو اختیار کرے۔

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُهٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

ہاتھی دانت سے بنے زیور پہننا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خواتین کے لیے ہاتھی دانت سے بنے زیورات کا استعمال کرنا عند الشرع کیسا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

خواتین کے لیے ہاتھی دانت سے بنے زیورات کا استعمال کرنا عندالشرع جائز ہے۔ احادیثِ مبارکہ سے نبی پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا ہاتھی دانت کی کنگھی استعمال کرنا ثابت ہے، اسی طرح کثیر کتب احادیث میں یہ روایت موجود ہے کہ نبیِّ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو اپنی شہزادی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لیے ہاتھی دانت کے کنگن خرید کر لانے کا حکم ارشاد فرمایا۔

نیز اس کی فقہی توجیہ یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے مردار اشیاء کو حرام و نجس فرمایا ہے، اور بلاشبہ مردہ وہ ہی چیز کہلاتی ہے جس میں پہلے حیات ہو اور چونکہ جانوروں کے وہ اجزاء جن میں خون نہیں ہوتا (مثلاً: دانت، ہڈی، سینگ وغیرہ) ان میں حیات نہیں ہوتی لہٰذا ان پر مردار کا اطلاق بھی نہیں ہو سکتا۔ مزید یہ کہ مردار اشیاء کو بھی شریعتِ مطہرہ نے ان میں موجود بہنے والے خون اور ناپاک رطوبتوں کے سبب نجس قرار دیا نہ کہ خود ان کی ذوات کی وجہ سے، جبکہ دانت اور ہڈی وغیرہ جیسے اجزاء میں یہ چیزیں نہیں پائی جاتیں لہٰذا ان کا حکم مردہ اجزاء والا نہیں۔

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُهٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

روزے میں میڈیکل کے مسائل

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

1 انہیلر لینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

2 آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

3 حمل والی عورت کا اندرونی چیک اپ ہوتا ہے اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔

4 بواسیر والے کو پیچھے کے مقام سے بسا اوقات دوا لینا پڑتی ہے اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔

5 روزے کی حالت میں بھاپ (Steam) لینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

6 اگر روزے کی حالت میں ڈائیلائسز ہوئے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، البتہ ڈائیلائسز کے دن طاقت نہ ہونے اور ڈاکٹر کے کہنے پر روزہ چھوڑتا ہے تو اس کا اختیار ہے۔

7 واضح رہے کہ ہلکی پھلکی تکلیف یا مرض میں روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں، حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت روزہ رکھنے پر قادر ہے تو روزہ رکھے گی، یونہی سر درد یا کوئی ایسا مرض جس میں روزہ رکھنے کی استطاعت ہو تو روزہ رکھیں گے، صرف شدید مرض والے ہی ماہر ڈاکٹر کے کہنے یا ذاتی تجربہ کی بنیاد پر روزہ چھوڑ سکتے ہیں۔

8 خون نکلوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

9 ڈرپ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

10 زخم ہو جانے یا پٹی بینڈیج چڑھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

11 کان میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ بعض علماء کان میں دوا ڈالنے پر روزہ ٹوٹنے کے قائل ہیں۔ (کان کے پردے میں اگر سوراخ ہو تو دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔)

12 انجیکشن لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

13 انسولین کا انجیکشن عام طور سے گوشت میں لگتا ہے اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

بنتِ اللہ بخش عطاریہ
ہند

گزشتہ سے پیوستہ ہر خاتون کو چاہیے کہ جب وہ امید سے ہو اور اللہ پاک اسے اولاد کی نعمت عطا فرمانے والا ہو تو وہ اپنی آنے والی نسل کی علمی، عملی، ادبی، اخلاقی اور تعلیمی لحاظ سے تربیت کا بھرپور خیال رکھے اور اس حالت میں خود بھی اخلاقی اقدار و روایات کو پیشِ نظر رکھے نیز پاکیزگی کے بنیادی اصولوں پر بھی ہمیشہ عمل کرے تاکہ اس کی پیدا ہونے والی اولاد اس حالت میں بھی اس کے محسوسات و جذبات سے متاثر ہو کر دینی تعلیمات پر عمل کرنے والی بنے۔

بچہ پیدا ہونے سے پہلے ایک ماں کو جس قدر سخت امتحانات سے گزرنا پڑتا ہے وہ بلاشبہ ایک ماں ہی جانتی ہے اور اولاد ہرگز اس کا حق ادا نہیں کر سکتی، جیسا کہ ایک صحابی نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: بے شک میں اپنی ماں کو اپنی گردن پر بٹھا کر شدید گرمی میں ایک ایسی راہ پر چھ میل تک چلا ہوں کہ اگر گوشت کا ٹکڑا اس پر ڈالا جاتا تو پک جاتا، کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا؟ حضور نے فرمایا: شاید یہ پیدائش کے وقت کے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو۔[1] ایک ماں بچوں کو جنم دے کر اگرچہ ان تمام فضائل کی حق دار بن جاتی ہے جو قرآن و سنت میں مروی ہیں، مگر ہر ماں کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس کی ذمہ داری بس بچوں کو پیدا کرنا ہی نہیں، بلکہ ان کی بہترین تربیت کرنا بھی ہے۔ چنانچہ،

ایک ماں کو اپنے بچوں کی کس طرح تربیت کرنی چاہئے، اس بارے میں مختصراً چند باتیں پیشِ خدمت ہیں:

بچوں پر شفقت کے حوالے سے ماں کا کردار بچوں کو خوش رکھنا جنت میں داخلے کا سبب ہے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: جنت میں ایک گھر ہے جسے دارُ الْفَرَح (خوشی کا گھر) کہا جاتا ہے، اس میں وہی داخل ہو گا جو بچوں کو خوش کرے گا۔[2] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ والدین کو اولاد پر رحمت و شفقت کی ترغیب دلاتے ہوئے فرماتے ہیں: خدا کی ان امانتوں کے ساتھ مہر و لطف کا برتاؤ رکھے، انہیں پیار کرے، بدن سے لپٹائے، کندھے پر چڑھائے، ان کے ہنسنے کھیلنے بہلنے کی باتیں کرے، ان کی دل جوئی، دلداری، رعایت و محافظت ہر وقت حتی کہ نماز میں بھی ملحوظ رکھے۔[3] لہٰذا ماں کو چاہیے کہ بچوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرے کہ جس سے وہ خوش ہوں، مثلاً ان سے اچھی گفتگو کرے، ہلکا پھلکا مزاح کر لے، کیونکہ زیادہ مزاح کرنے سے وقار مجروح ہو گا۔ ان کے ساتھ کھیلے، حالات اجازت دیں تو ان کی پسند کی چیزیں دلوائے، انہیں ان کے من پسند کھانے کھلائے، انہیں کھلونے دلوائے، ان کی دیگر جائز خواہشیں پوری کرے، مثلاً بچے کہیں خاص جگہ جانا چاہیں یا کسی خاص چیز کی فرمائش کریں کہ جسے پورا کرنا بھی ممکن ہو تو ان کی اس خواہش کو پورا کرے۔ ایسے موقع پر جھڑکنے سے بچے ڈپریشن کا شکار ہو جائیں گے۔

اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ شفقت و محبت میں اتنا بھی تجاوز نہ کیا جائے کہ بچوں کی غلط باتوں کا بھی نوٹس نہ لیا جائے اور انہیں غلط کاموں سے بھی منع نہ کیا جائے۔ مثلاً بعض اوقات باپ بچے کو نماز کی تلقین کرتا ہے تو ماں کہتی ہے: ابھی رہنے دو، بچہ ہے، اتنی بھی سختی نہ کیا کریں وغیرہ۔ حالانکہ امام

محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب بچہ اچھا کام کرے اور خوش اخلاق بنے تو اس کی تعریف کیجئے۔ اسے ایسی چیز دیجئے جس سے اس کا دل خوش ہو۔ اگر ماں بچے کو کوئی بُرا کام کرتے دیکھ لے تو اسے چاہیے کہ اس کو تنہائی میں سمجھائے اور بتائے کہ یہ بُرا کام ہے، اچھے اور نیک بچے ایسا کام نہیں کرتے۔[4]

تعلیم کے حوالے سے ماں کا کردار ماں کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو عصری علوم کے ساتھ ساتھ بنیادی ضروری دینی علوم کی طرف مائل کرے، اُنہیں انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی سیرت کے واقعات سنائے، حضور کی سنتیں بتائے، اسلامی زندگی کے طور طریقے سکھائے، اسلامی طریقے سے کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سفر پر آنے جانے وغیرہ یعنی روز مرہ کام آنے والے تمام اسلامی طریقے سکھائے، تاکہ ان کی دنیا و آخرت سنور جائے۔

بچے نافرمان ہوں تو ماں کیا کرے؟ ماں کے دل میں اللہ پاک نے اپنی اولاد کے لیے محبت و شفقت کا جذبہ رکھا ہے، لیکن بعض مائیں اولاد کو بات بے بات مارتیں، گالی گلوچ کرتیں، ہر وقت ناک بھوں چڑھا کر رکھتیں اور بے حد سختی کرتی ہیں، جس کے سبب بچے باغی بن جاتے ہیں، پھر یہ بغاوت بچوں کو جہالت کے اندھیروں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیتی ہے اور گھر کا ماحول بھی کافی ڈسٹرب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہر ماں کو ان باتوں سے ہمیشہ بچنا ہی چاہئے اور اگر بچے کوئی بات نہ مانیں تو پیار و محبت سے انہیں سمجھائیں، خواہ مخواہ بچوں کو مارنے جھڑکنے سے بچیں کہ اس سے بچوں پر نہ صرف بُرے اثرات پڑتے ہیں، بلکہ بعض بچے ذہنی مریض، ڈرپوک یا ڈھیٹ بن جاتے یا پھر احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

بعض مائیں بچوں کو سب کے سامنے ڈانٹ دیتی ہیں یا ان کی اصلاح ہی ڈانٹ ڈپٹ سے کرتی ہیں جو کہ درست نہیں۔ کیونکہ بچوں کی بھی عزتِ نفس ہوتی ہے، پھر ماں کی دیکھا دیکھی گھر اور باہر کے دیگر افراد بھی ان بچوں کو ذلیل کرنے لگتے ہیں۔ لہٰذا ماں کو چاہئے کہ وہ بچوں کی غلطیوں پر انہیں اکیلے میں سمجھائے، گھر اور گھر سے باہر ہر جگہ ان کی عزت کا تحفظ یقینی بنائے کہ ایک روایت میں ہے: اپنی اولاد کو عزت دو اور ان کو بہترین ادب سکھاؤ۔[5]

اسی طرح بعض مائیں اولاد کی نافرمانی کی وجہ سے بعض اوقات غصے میں آپے سے باہر ہو جاتی ہیں اور بچوں کو خوب مارتی ہیں بلکہ بسا اوقات تو بچے ہلاک ہو جاتے ہیں یا ان کا کوئی عضو ضائع ہو جاتا ہے، پھر غصہ ٹھنڈا ہونے پر زندگی بھر پچھتاتی رہتی ہیں، لہٰذا ہر ماں کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کی طرف سے ملنے والی تکلیفوں پر صبر کرے، ان کی غلطیوں کو معاف کر دیا کرے اور ہر حال میں اللہ پاک کی رضا پر راضی رہے۔ نیز ان کی ہدایت کے لئے رو رو کر دعائیں کیا کرے اور کبھی بھی کوئی ایسا قدم نہ اٹھائے کہ زندگی بھر پچھتانا پڑے۔

بچے کوئی غلطی کر بیٹھیں تو ماں کیا کرے؟ ماں اپنے بچوں کو بخوبی جانتی ہے اور آسانی سے ان کی اصلاح بھی کر سکتی ہے، لہٰذا اگر بچے کوئی غلطی کر بیٹھیں یا کسی گناہ میں مبتلا ہو جائیں یا نیک اعمال کرنے میں سستی کریں یا بد عملی کا شکار ہو جائیں تو نرمی، پیار اور محبت سے ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کرے، انہیں گناہ، نیک اعمال میں سستی اور بد عملی کی تباہ کاریاں بتائے، مدنی چینل دکھائے، دعوتِ اسلامی کے پاکیزہ دینی ماحول میں ہونے والے مختلف اجتماعات وغیرہ میں ان کی شرکت کو یقینی بنائے، انہیں مکتبۃ المدینہ سے شائع ہونے والی کتابیں وغیرہ پڑھنے کی ترغیب دلائے، بالخصوص ماہنامہ فیضانِ مدینہ و ماہنامہ خواتین پڑھنے کا ذہن دیتی رہے۔

بچوں کی شادیوں کے بعد ماں کیا کرے؟ ماں کو چاہیے کہ جب بچے بڑے ہو کر اپنی عملی زندگیاں گزارنے لگیں، ان کی شادیاں ہو جائیں اور وہ بھی بچوں والے بن جائیں تو اب اپنی تربیت پر بھروسا کرتے ہوئے ان کا معاملہ اللہ پاک کے حوالے کر دے، کیونکہ جو اپنی چیز اللہ پاک کے بھروسے پر

اس کی امانت میں دیدے تو اللہ پاک اس میں برکت دیتا ہے۔ البتہ !ہر ماں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے بچے بھلے خود بچوں والے ہو جائیں پھر بھی انہیں زندگی کے ہر موڑ پر ماں کی مدد چاہئے، مثلاً بھائیوں کے جھگڑوں یا بھائی بہنوں یا بیٹے اور بہو یا بیٹی اور داماد میں بسا اوقات کچھ ان بن ہو گئی تو ہر ماں کو چاہئے کہ وہ طلاق یا دیگر فتنوں کے ذریعے حل نہ نکالے، بلکہ اپنے تجربات کی روشنی میں معاملے کو سلجھانے کے لئے حکمتِ عملی اختیار کرے، آپس میں صلح صفائی کروا کر سب کو شیر و شکر رہنے کا درس دے، اولاد کو گھر سنبھالنے کی ترغیب دلاتی رہے، فتنوں کو گھر سے بے گھر کرے، بیماری و مشکلات میں انہیں اپنایت کا احساس دلائے۔

بچوں کو بری صحبت سے بچائے ماں کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو بُرے رشتے داروں، بُرے دوستوں، بُرے پڑوسیوں اور بد مذہبوں کی صحبت سے بچاتی رہے، کیونکہ گالی دینے والے کی صحبت پرہیز گار کے منہ سے گالی دلواتی ہے، شرابی کی صحبت شرابی بنا دیتی ہے اور بد عقیدہ لوگوں کی صحبت انسان کے عقائد کو خراب کرتی اور اسے مقدس ہستیوں کی شان میں گستاخی کرنے پر ابھارتی ہے۔

بچوں کے پہناوے میں ماں کا کردار ماں کو چاہیے کہ وہ بچپن ہی سے اپنی اولاد کے لباس خریدنے اور پہنانے میں نہایت احتیاط سے کام لے، بچی کو ہمیشہ بچیوں والے اور بچے کو ہمیشہ بچوں والے لباس ہی پہنائے۔

ماں عملی نمونہ بنے ماں کو چاہئے کہ وہ اولاد کو جو سکھائے، اس کا پریکٹیکل کر کے بھی دکھائے۔ مثلاً کھانا کس انداز میں کھانا چاہئے، پانی کیسے پینا چاہئے اور وضو کیسے کیا جاتا ہے وغیرہ تاکہ اگر وہ کہیں جائیں تو وہاں بھی ان باتوں کا خیال رکھیں اور اپنے والدین کا نام روشن کرنے کا سبب بنیں۔ اسی طرح کوئی ایسا کام بچوں کے سامنے نہ کرے جو ان کے لئے نقصان دہ ہو، مثلاً اگر کسی بچے کا رنگ سیاہ یا سانولا ہو یا وہ کسی جسمانی معذوری کا شکار ہو تو ماں کو چاہئے کہ وہ خود بھی اپنے بچوں کو ان کے رنگ یا عیب سے نہ پکارے اور نہ کسی کو ایسا کرنے دے۔ اسی طرح جھوٹ ایک بہت بُرا کام ہے اور جو انسان جھوٹ بولنے کا عادی بن جائے وہ جان بوجھ کر یا بے خیالی میں جھوٹ بول ہی جاتا ہے۔ لہٰذا ماں کو چاہیے کہ وہ کبھی بھی اپنے بچوں سے جھوٹ نہ بولے مثلاً اپنے بچوں کو اپنی طرف بلانے یا کسی جائز کام کے لیے بھی جھوٹ کا سہارا نہ لے۔ جیسا کہ حضرت عبدُ اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمارے گھر میں موجود تھے، میری ماں نے مجھے بلایا کہ آؤ! تمہیں کچھ دوں گی۔ اس پر حضور نے ان سے فرمایا: کیا دینا چاہتی ہو؟ عرض کی: اسے کھجور دوں گی۔ تو حضور نے ارشاد فرمایا: اگر تُو اسے کچھ نہ دیتی تو یہ تیرے ذمہ جھوٹ لکھا جاتا۔[6]

رشتے ناطوں اور اڑوس پڑوس کی اہمیت سے آگاہ کرے ماں کو چاہئے کہ بچپن ہی سے اپنے بچوں کو اللہ و رسول کی رضا کی خاطر رشتے داروں اور اڑوس پڑوس سے اچھا سلوک کرنے کا درس دیتی رہے۔ بلکہ وقتاً فوقتاً بچوں کو اپنے ساتھ لے کر ان کے گھروں میں بھی جاتی رہے تاکہ بچے دنیا میں تنہائی کا شکار نہ ہوں اور انہیں بھی رشتے نبھانے آ جائیں۔ بالخصوص اڑوس پڑوس کا خیال رکھنے کا عادی بنانے کے لئے ممکن ہو تو وقتاً فوقتاً اپنے بچوں کے ہاتھ پڑوسیوں کے گھر کوئی نہ کوئی چیز پکا کر بھیجا کرے تاکہ بچوں میں پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی جیسے اوصاف پیدا ہوں، نیز وہ کنجوسی، دکھلاوے اور تکبّر وغیرہ سے بھی بچنے کی کوشش کریں۔ البتہ !اس بات کا بھی خاص خیال رکھے کہ اس کے بچے رشتے داروں اور پڑوسیوں سے کچھ مانگنے کے عادی نہ بن جائیں یا پھر ان کی نگاہیں ہر وقت ادھر ہی نہ لگی رہیں۔

تمام بچوں سے برابری والا سلوک کرے ماں کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد میں برابری والا سلوک کرے، کیونکہ کسی ایک کو لاڈلا بنانے یا زیادہ نوازنے کی صورت میں دیگر بچوں کے دلوں

میں بدگمانیاں جنم لیتی ہیں، وہ احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں، ان کے دلوں میں ماں کی اہمیت و محبت کم ہو جاتی ہے اور وہ اپنی ماں سے کھنچے کھنچے سے رہتے ہیں۔ اسی طرح ماں اس بات کا بھی خاص خیال رکھے اور بچوں کی تربیت بھی کرے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ بھی برابری والا سلوک کریں کہ بعض اوقات بھائی بہنیں ایک دوسرے سے محبت میں توازن برقرار نہیں رکھتے، مثلاً بعض بہنیں ایک بھائی کو زیادہ چاہتی ہیں اور دوسرے کو کم یا بعض بھائی اپنی ایک بہن کو بہت زیادہ چاہتے ہیں اور دوسری کو کم، یہ دونوں انداز ہی درست نہیں کہ جسے نظر انداز کیا جائے گا یا کم اہمیت دی جائے گی وہ احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگرچہ محبت پر کسی کا زور نہیں، مگر آپس کے سلوک میں فرق نہیں ہونا چاہئے۔

بچوں کو شرارتوں اور اچھل کود سے منع نہ کرے بچوں کی شرارتیں اور اچھل کود ان کی پہچان ہیں۔ لہٰذا جب وہ ایسا کریں تو انہیں ڈانٹنا اور منع کرنا گویا انہیں ان کی فطرت کے خلاف کام کرنے پر مجبور کرنا ہے اور ایسا کرنا بڑوں کو بالکل مناسب نہیں۔ البتہ! اگر ان کی شرارتیں اور شور شرابا کسی کی تکلیف کا باعث ہوں تو انہیں منع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

دوسروں کی پرائیویسی میں مداخلت سے بچائیے بچوں کو دوسروں کی پرائیویسی کا لحاظ رکھنا سکھائیے یعنی انہیں بتائیے کہ دوسروں کے گھروں، برآمدوں، کھڑکیوں یا کمروں میں تانک جھانک کرنا، چپکے چپکے ان کی باتیں سننا یا ان کے گھر یا کمرے میں بلا اجازت داخل ہونا بہت بُرا کام ہے۔

بڑوں کا ادب سکھائیے بچوں کو بڑوں کا ادب و احترام سکھائیے مثلاً بڑے بول رہے ہوں تو بیچ میں نہ بولئے، بڑوں کو سلام کیجئے، ان کے سامنے آواز ہلکی رکھئے وغیرہ۔

ماں باپ کا رشتہ برقرار نہ رہے تو ماں کیا کرے؟ ماں باپ کا رشتہ بچوں سے ہمیشہ رہتا ہے، لہٰذا اگر کسی وجہ سے میاں بیوی کا رشتہ ختم ہو جائے تو بھی عورت کو ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے بچوں کو ان کے باپ کے خلاف کر دے اور ان کے ننھے ذہنوں میں نفرت کا بیج بوئے۔ مگر افسوس! علمِ دین سے دوری کے باعث جدائی کے بعد بعض خواتین بچوں کو ان کے والد کی شفقتوں سے بالکل محروم کر دیتی ہیں، ان سے ملنے جلنے اور بات چیت کرنے تک پر سخت پابندی لگا دیتی ہیں، یہاں تک کہ شادی وغیرہ کے موقع پر بھی بچوں کو دھمکی دیتی نظر آتی ہیں کہ اگر تم اپنے والد سے ملے یا انہوں نے تم سے ملنے کی کوشش کی تو اس دن سے تمہارا میرا رشتہ ہمیشہ کے لئے ختم۔ ایسی بیمار ذہنیت والی ماؤں کو چاہئے کہ وہ اللہ پاک سے ڈریں، علمِ دین حاصل کریں اور بچوں کو باپ کی شفقتوں سے محروم نہ کریں، ورنہ یاد رکھیں کہ قیامت کے دن سخت ذِلّت و رُسوائی اور پچھتاوے کا سامنا کرنا پڑے گا۔

بہر حال ہر ماں پر یہ بھی لازم ہے کہ ☆ وہ بچوں کو ظاہری و باطنی پاکی کی اہمیت و ضرورت سے آگاہ کرے۔ ☆ انہیں بنیادی ضروری شرعی احکام بھی سکھائے، بالخصوص بچیوں کو پردے وغیرہ کے مسائل بتائے۔ ☆ بچوں کو حرام کمائی کی نحوستیں بتا کر اس بات کا ذہن دے کہ حالات چاہے کیسے ہی خراب ہوں، معاشی پریشانیاں ہر طرف سے آگھیریں، مہنگائی کا طوفان آجائے، لاکھ مواقع ملیں مگر حرام مال کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھنا نہ سوچنا، ورنہ دنیا و آخرت میں تباہی و رسوائی مقدر بن جائے گی۔ ☆ موبائل فون اور انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے بچائے ☆ انہیں وقت کی قدر و قیمت اور اہمیت کا خوب عادی بنائے اور اس حوالے سے انہیں بزرگانِ دین کے واقعات سنائے تا کہ وہ بھی ہمیشہ اپنے وقت کو اچھے کاموں میں گزاریں۔

---

(1) معجم صغیر، 1/93، حدیث: 257 (2) جامع صغیر، ص140، حدیث: 2321 (3) فتاوی رضویہ، 24/453 (4) کیمیائے سعادت، 2/532 (5) ابن ماجہ، 4/190، حدیث: 3671 (6) ابوداود، 4/387، حدیث: 4991

تکالیف پر صبر

اُمِّ سلمہ عطاریہ مدنیہ
ملیر کراچی

حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا زور سے گریں، جس سے ان کا ناخن مبارک ٹوٹ گیا تو وہ ہنسنے لگیں۔ کسی نے پوچھا: کیا آپ کو درد نہیں ہو رہا؟ فرمایا: صبر کے بدلے میں ہاتھ آنے والے ثواب کی لذت نے میرے دل سے درد کی تکلیف کو ختم کر دیا۔[1]

سبحان اللہ! ہماری بزرگ خواتین بیماریوں اور تکلیفوں پر کتنے اچھے طریقے سے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتی تھیں۔ نیز دنیاوی درد و غم کو سر پر سوار کرنے کے بجائے اس پر صبر کے ذریعے حاصل ہونے والے اخروی ثواب پر توجہ رکھتی تھیں۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ بیماریاں اور پریشانیاں مسلمان کو ثواب کا خزانہ دلاتی، گناہوں کو معاف کرواتی اور صبر کرنے والے مسلمان کو جنت کا حق دار بناتی ہیں۔ جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: مریض کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔[2] ایک اور حدیثِ مبارک میں ارشاد ہوتا ہے: جس کے مال یا جان میں مصیبت آئی، پھر اُس نے اسے چھپایا اور لوگوں سے اس کی شکایت نہ کی تو اللہ پاک پر حق ہے کہ اس کی مغفرت فرمادے۔[3] لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ان فضائل کو حاصل کرنے کے لئے اپنی بزرگ خواتین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے بیماریوں اور تکلیفوں پر صبر کرنے کی عادت بنائیں کہ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انسان صبر سے وہاں پہنچتا ہے جہاں دیگر عبادات سے نہیں پہنچ سکتا۔[4] بلا وجہ ہر ایک کے سامنے اپنی بیماری یا پریشانی کا رونا رونے اور شکوے شکایات کرنے کے بجائے ثوابِ آخرت حاصل کرنے کے لئے صبر و تحمل سے کام لیں۔

خیال رہے! ڈاکٹر کو علاج کے لئے بیماری کا بتانا یا گھر کے افراد سے ضرورتاً مرض کا تذکرہ کرنا بے صبری نہیں جبکہ شکوے شکایات کے طور پر نہ ہو۔ لیکن اُسے بتانے میں بھی اچھے الفاظ کا انتخاب کیا جائے۔ جیسا کہ حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی بغل میں پھوڑا ہو گیا تھا۔ کسی نے آزمانے کے لئے پوچھا: کیا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاتھ کے اندر کی طرف پھوڑا ہوا ہے۔[5] خلیفۂ وقت لفظ **بغل** بولنے سے بھی شرماتے تھے۔ جبکہ ہمارے ہاں تو جہاں جہاں تکلیف ہے بعض اوقات وہاں کا پورا نقشہ کھینچ کر بتایا جارہا ہوتا ہے۔ اسی طرح طبیعت پوچھنے پر جھوٹ ہرگز نہ بولئے، بلکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن عَلٰی کُلِّ حَال یا اسی طرح کے دیگر ایسے جملے بولیے کہ جھوٹ ہو نہ تکلیف کا اظہار ہو۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جب کوئی پسندیدہ معاملہ دیکھتے تو یوں حمد و ثنا کرتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ یعنی سب خوبیاں اللہ پاک کو، اسی کی نعمت سے تمام اچھے کام تکمیل تک پہنچتے ہیں۔ جب کوئی ناپسندیدہ معاملہ دیکھتے تو یوں حمد و ثنا بیان کرتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَال یعنی ہر حال میں اللہ پاک کا شکر ہے۔[6] اللہ پاک ہمیں اپنی رضا پر راضی رہنے اور بیماریوں وغیرہ پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 المجالسۃ وجواہر العلم، 3/134، رقم: 3107 2 ترغیب و ترہیب، 4/143، حدیث: 5262 3 معجم اوسط، 1/214، حدیث: 737 4 مراٰۃ المناجیح، 2/410 5 احیاء العلوم، 3/151 6 ابن ماجہ، 4/250، حدیث: 3803

شادی کی رسومات جہیز (قسط 1)

بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ
سمن آباد لاہور

شادی سے پہلے ایک اہم معاملہ جس کی لڑکی کے والدین کو سب سے زیادہ فکر لاحق ہوتی ہے وہ جہیز ہے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے جو الجہاز یا الجھاز سے لیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے: الجھاز لِلعُرُوسِ یعنی دلہن کے لیے ضروری سامان۔[1] جبکہ اصطلاح میں شادی کے موقع پر دلہن کو کپڑے، زیورات، برتن اور فرنیچر وغیرہ جو بھی سامان دیا جاتا ہے اسے جہیز کہتے ہیں۔

جہیز کا مالک کون؟ اس حوالے سے یہ بنیادی بات یاد رکھنی ہی کافی ہے کہ ہر وہ چیز جس کو جہیز کا نام دیا جائے وہ دلہن کی ملکیت ہی سمجھی جاتی ہے، خواہ وہ چیز دلہن کو اس کے والدین نے دی ہو یا کسی اور نے۔ لہٰذا جہیز کی ہر ہر چیز مکمل طور پر عورت ہی کی ہوتی ہے، کسی دوسرے کو شوہر سمیت اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامان میں تصرف کا اختیار نہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: وہ مال تمام وکمال خاص مِلک عورت ہے دوسرے کا اس میں کچھ حق نہیں۔ ردالمحتار میں ہے: ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اور جب شوہر اس کو طلاق دے دے وہ تمام جہیز لے لے گی اور اگر عورت مر جائے تو جہیز اس کے وارثوں کو دیا جائے گا شوہر اس میں سے اپنے لئے کچھ بھی مختص نہیں کر سکتا۔[2]

البتہ! یہاں یہ بھی ایک انتہائی اہم بات یاد رکھنے والی ہے کہ بعض علاقوں اور قبیلوں وغیرہ میں شادی کے موقع پر فرنیچر وغیرہ لڑکا خود تیار کرواتا ہے اور اس کا مالک بھی وہی ہوتا ہے۔ ہاں! اگر وہ یہ سب کچھ تیار کروا کر لڑکی کے نام کر دے یعنی اسے اس کا مالک بنا دے تو پھر وہ سب چیزیں بھی لڑکی ہی کی سمجھی جائیں گی ورنہ نہیں۔ شاید اسی الجھن سے چھٹکارا پانے کے لئے بعض لوگ نکاح کے وقت نکاح نامے میں یہ شرط لکھوا لیتے ہیں کہ اب یہ سب کچھ دلہن کی ملکیت ہے، بھلے وہ فرنیچر وغیرہ دولہا نے تیار کروایا ہو۔

جہیز سے متعلق لوگوں کے نظریات وطرزِ عمل مختلف ہیں، کوئی اسے سنت کہتا ہے تو کوئی لعنت سے تعبیر کرتا ہے اور کوئی صرف اسے ایک رسم سمجھتا ہے، حالانکہ یہ سب لوگ اپنے طرزِ عمل کے اعتبار سے کم علمی کا شکار ہیں، چنانچہ اس حوالے سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس معاملے کے دو پہلو ہیں: ایک مطلقاً جہیز دینا، دوسرا جہیز کی موجودہ رائج صورت۔ مطلقاً جہیز دینا تو سنت سے ثابت ہے کہ حضور نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں لحاف، مشک، ایک چمڑے کا تکیہ دیا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔[3] جیسا کہ الروضُ الفائق میں ہے: جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی فرمانے کا ارادہ کیا گیا تو حضور نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں (مٹھی بھر) درہم دیئے اور فرمایا: ان دراہم کے بدلے فاطمہ کے لئے مناسب چیزیں خرید لاؤ۔ حضرت سلمان فارسی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو خریدی ہوئی چیزیں اٹھانے میں مدد کے لئے ساتھ بھیجا۔ حضرت ابو بکر صدیق ارشاد فرماتے ہیں: مجھے حضور نے 63 درہم عطا فرمائے تھے، میں نے روئی سے بھرا ہوا موٹے کپڑے کا بستر، چمڑے کا دستر خوان، چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے، پانی کے لئے ایک مشکیزہ اور کُوزہ (یعنی مٹی کا برتن)

اور نرم اُون کا ایک پردہ خریدا۔ پھر میں، حضرت سلمان اور حضرت بلال نے تھوڑا تھوڑا کر کے وہ سامان اٹھالیا اور آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ جب آپ نے دیکھا تو رونے لگے اور آسمان کی جانب نگاہ اُٹھا کر عرض کی: یااللہ! ایسے لوگوں کو اپنی برکت سے نواز جن کا شِعار ہی تجھ سے ڈرنا ہے۔[4] اسی طرح یہ بھی مروی ہے کہ شہزادیِ رسول حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جہیز میں اُمُّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہار دیا گیا تھا۔[5]

دوسرا پہلو جہیز کی رائج صورت ہے اور جو لوگ جہیز کو اچھا نہیں سمجھتے اس سے ان کی مراد جہیز کی رائج صورت ہی ہے، کیونکہ جہیز کے طور پر بے جا مطالبے کیے جاتے ہیں مثلاً گاڑی دی جائے، گھر دیا جائے وغیرہ وغیرہ، یہاں تک کہ بعض جگہوں پر گویا دولہا برائے فروخت والا معاملہ ہوتا ہے، اگر ان خرافات کو پیشِ نظر رکھا جائے تو بلاشبہ جہیز ایسے لوگوں کے لئے ایک لعنت ہے۔ کیونکہ شادی سے پہلے جہیز کے نام پر اور شادی کے بعد بھی دولہا یا اُس کے گھر کے افراد کی طرف سے مطالبے کرنا اور ان کے اس مطالبے پر ان لوگوں کے شر سے بچنے کیلئے لڑکی والوں کی طرف سے جو کچھ مال ان کو دیا گیا وہ رشوت ہے اور رشوت کا لینا دینا دونوں کام حرام ہیں۔ لڑکے کی ڈیمانڈز پر دینے والا باپ یا لڑکی کا بھائی وغیرہ تو اپنی عزت بچانے اور اپنی بیٹی یا بہن کو رخصت کرنے اور اسے خوش دیکھنے پر مجبور ہوتے ہیں، لیکن مانگنے والا گناہ گار ہے۔[6]

معاشرے میں اگرچہ ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو واضح طور پر جہیز لینے سے انکار کر دیتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بظاہر منع کرتے ہیں کہ ہم جہیز نہیں لیتے، آپ نے جو دینا ہے اپنی بیٹی کو دیں ہمارا کوئی مطالبہ نہیں، پھر اگر نہ دیں تو لڑکی کی خیر نہیں ہوتی، اس کو خوب طعنے سہنا پڑتے ہیں کہ جہیز نہیں لائی، اگر یہ نہ ہو تو اپنی مثالیں دی جاتی ہیں کہ ہم نے تو اتنا اتنا جہیز دیا تھا اپنی بیٹی کو۔ اس طرز عمل کو بُرا تو سمجھا جاتا ہے مگر روکتا کوئی نہیں۔ حالانکہ والدین کا اپنی بیٹی کو جہیز دینا محبت و شفقت کی نشانی ہے کہ یہ اظہارِ خوشی و مسرت کے طور پر والدین کی طرف سے اپنی بیٹی کو تحفہ ہوتا ہے، مگر یاد رہے! یہ دینا والدین پر لازم نہیں۔[7]

جہیز میں بیٹیوں کو مال نہیں اعمال دیں والدین کو چاہئے کہ لڑکی کے لیے بہترین جہیز اعمال صالحہ ہیں نہ کہ صرف مال۔[8] بلکہ اپنی لڑکیوں کو مال جہیز دینے سے بہتر یہ ہے کہ اعمال جہیز دیا جائے، انہیں ایسی تعلیم و تربیت دو کہ وہ اپنے سسرال اور اولاد کو سنبھال لیں، ہم نے ایسی لڑکیاں دیکھی ہیں جنہوں نے سسرال پہنچ کر سسرال کی کایا پلٹ دی سب کو ٹھیک کر دیا۔[9] اگر لڑکی کے اعمال اچھے ہوں گے تو گھر امن کا گہوارہ بن جائے گا۔ لہٰذا لڑکی کی دینی تربیت کیجئے اور اس کو نیک اعمال کی ترغیب دلائیے، صرف جہیز میں مال دے کر بَری نہ ہو جائیے۔ جیسا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی: میں نے قسم کھائی تھی کہ "اپنی بیٹی کو جہیز میں ہر چیز دوں گا" اب کیا کروں کہ قسم پوری ہو؟ کیونکہ ہر چیز تو بادشاہ بھی نہیں دے سکتا! آپ نے فرمایا: تو اپنی لڑکی کو جہیز میں قرآن شریف دے دے، کیونکہ قرآن شریف میں ہر چیز ہے اور یہ آیت پڑھی: وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾ (پ7، الانعام: 59) ترجمہ: اور کوئی تر چیز نہیں اور نہ ہی خشک چیز مگر وہ ایک روشن کتاب میں ہے۔[10] لہٰذا لڑکیوں کو جن والدین نے قرآن اور تعلیمات پر عمل کا ذہن دے کر رخصت کیا گویا انہوں نے جہیز میں سب کچھ دے دیا کہ قرآن اور اس کی تعلیمات سے بہتر اور نفع بخش کوئی چیز نہیں۔ اللہ پاک ہمیں شادی کو مشکل بنانے والی رسمیں ختم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم (جاری ہے)

---

(1) المنجد، ص126 (2) فتاویٰ رضویہ، 12/201 (3) نسائی، ص550، حدیث: 3381 (4) الروض الفائق، ص275 تا 277 ملخصاً (5) مراۃ المناجیح، 5/548، 549 (6) ماہنامہ فیضان مدینہ اپریل 2020، بیک ٹائٹل (7) جنتی زیور، ص153 (8) مراۃ المناجیح، 4/8 (9) مراۃ المناجیح، 6/565 (10) تفسیر روح البیان، 4/4

پیار و محبت

اُمِّ انس عطاریہ
رکن انٹرنیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

ایک پُر امن اور مضبوط معاشرے کی بنیاد اس میں بسنے والے افراد کی آپس میں محبت و اخوت پر منحصر ہے، جس معاشرے کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کی نفرتیں دل میں پال کر بیٹھے ہوں، دوسروں کی جڑیں کاٹنا ان کا شیوہ ہو، محبت و بھائی چارگی کے بجائے بغض و نفاق کا جہاں بسیرا ہو، وہ معاشرہ امن و سلامتی سے خالی ہوتا ہے اور اس کی بنیادیں مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ایک جسم کی طرح قرار دیتے ہوئے انہیں رنگ و نسل کے فرق سے نکال کر محبت و اتحاد کی لڑی میں پرو دیا ہے تاکہ ایک ایسے معاشرے کی تشکیل ہو جس کی بنیاد پیار و الفت اور اخوت و ہمدردی سے عبارت ہو، چنانچہ اللہ کریم نے اہلِ ایمان کو اتحاد و اجتماعیت کی رسی مضبوطی سے تھامنے اور بد نظمی و جدائی سے بچنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ (پ4، اٰل عمرٰن:103) ترجمہ: اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور آپس میں تفرقہ مت ڈالو۔ یہاں اللہ کی رسی سے مراد جماعت ہے یعنی جماعت کو مضبوطی سے تھام لو۔[1] جماعت میں اتفاق و اتحاد قائم رکھنے کا طریقہ ہمارے دین نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ سب ایک دوسرے سے محبت و الفت سے پیش آئیں کہ اس الفت و محبت کو اللہ پاک نے اپنی نعمت قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ (پ4، اٰل عمرٰن:103) ترجمہ: اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ پیدا کر دیا پس اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہاں اِخْوَانًا سے مراد الفت و محبت قائم ہونا ہے۔[2] یعنی مسلمانوں کے دل میں ایک دوسرے کے لیے محبت بھرے جذبات ہونا اللہ پاک کی نعمت ہے، البتہ! ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے محبت سے مراد یہ ہے کہ ہم کسی سے صرف اس لیے محبت کریں کہ ربّ راضی ہو جائے اور کوئی دنیوی غرض نہ ہو۔ اس محبت میں ماں باپ، اولاد، اہلِ قرابت اور مسلمانوں سے محبت سب ہی داخل ہیں، جبکہ رضائے الٰہی کے لیے ہوں۔[3] لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے آپس کی رنجشوں اور نااتفاقیوں کو ختم کر کے اللہ کی خاطر محبت و ہمدردی کے جذبات کو فروغ دیں کہ رضائے الٰہی کے لیے محبت کرنے کو ایمان قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جو کسی سے صرف اللہ کے لئے محبت کرے اور اس کی محبت کسی مال کے عطیہ کرنے کی وجہ سے نہ ہو تو یہی ایمان ہے۔[4] جبکہ ایک روایت میں محبت کرنے والوں کو ایمان کی مٹھاس اور ایمانِ کامل کی خوشخبری کچھ یوں عطا فرمائی گئی کہ تین خصلتیں جس میں ہوں گی وہ اسلام کی مٹھاس پائے گا: (1) اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ (2) کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لیے کرے اور (3) اسلام لانے کے بعد دوبارہ کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔[5] ایک اور

روایت میں ہے کہ جس نے اللہ کے لیے محبت کی، اسی کے لیے بغض رکھا، اسی کے لیے دیا اور اسی کیلئے روکا تو بے شک اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔[6]

آپس کی محبت کا فائدہ ایمان کی مٹھاس اور کامل ہونے پر ہی ختم نہیں ہوتا، بلکہ یہ محبت و الفت مسلمان کو اللہ پاک کا بھی محبوب بنا دیتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیثِ قدسی میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: میری محبت ان کے لیے ہے جو میرے لیے محبت کرتے ہیں، میری رضا کے لیے مل بیٹھتے ہیں، میری ہی رضا کے لیے آپس میں ملاقات کرتے اور میری خوشنودی کے لیے ہی مال خرچ کرتے ہیں۔[7] یعنی اللہ کی رضا کے لئے ہمارا ایک دوسرے سے ملنا جلنا ہمیں اللہ پاک کی محبت کی سند دلا سکتا ہے، لہٰذا ہمیں ایک دوسرے سے ملتے رہنا چاہئے اور بلاوجہ شرعی کبھی بھی کسی سے منہ نہیں موڑنا چاہئے، نیز اس حوالے سے ہمیشہ یہ واقعہ پیشِ نظر رکھنا چاہئے جو اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے کے لیے گیا جو دوسری بستی میں رہتا تھا، اللہ پاک نے اس کے راستے پر ایک فرشتے کو اس کے انتظار کے لیے مقرر فرما دیا۔ جب وہ شخص اس (فرشتے) کے سامنے آیا تو اس نے پوچھا: کہاں جانا چاہتے ہو؟ اس نے بتایا: میں اپنے ایک بھائی کے پاس جانا چاہتا ہوں جو اس بستی میں ہے۔ اس نے پوچھا: کیا تمہارا اس پر کوئی احسان ہے جسے مکمل کرنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، بس مجھے اس کے ساتھ صرف اللہ کی خاطر محبت ہے۔ اس نے کہا: تو میں اللہ ہی کی طرف سے تمہارے پاس بھیجا جانے والا نمائندہ ہوں کہ اللہ کو بھی تمہارے ساتھ اسی طرح محبت ہے جس طرح اس کی خاطر تم نے اس (بھائی) سے محبت کی ہے۔[8] پھر اس محبت کا انجام و انعام یہ دیا جائے گا کہ ایسے تمام افراد کو اللہ پاک قیامت کے دن جب کہیں کوئی سایہ نہ ہو گا تو اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: اللہ پاک قیامت کے دن اعلان فرمائے گا: میرے جلال کی خاطر آپس میں محبت رکھنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے عرش کے سائے میں جگہ دوں گا۔[9]

آپس کی محبت کے فوائد اللہ پاک کی خاطر محبت کرنا اخروی اجر و ثواب اور بڑے دنیوی فوائد و برکات کا سبب ہے، مثلاً اس کا سب سے بڑا فائدہ تو یہی ہے کہ مسلمانوں سے محبت اللہ کی محبت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، اس کے علاوہ یہ جنت میں داخلے اور ایمانِ کامل کا بھی سبب ہے، جیسا کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جنت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان نہ لے آؤ اور تم (کامل) مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرنے لگو۔[10] جب ہم کسی سے اللہ پاک کی خاطر محبت کریں گی تو وہ بھی ہم سے محبت کرنے پر مجبور ہو جائے گی، نیز ایسی محبت کرنے سے اور کسی کے ہر دکھ درد میں شرکت کرنے سے ہم بھی تکلیف و مصیبت کے وقت اکیلی نہ ہوں گی۔

محبت عام کرنے والے کام آپس میں محبت کی فضا ہموار کرنے کا ایک بہترین طریقہ ☆ تحائف کا لین دین بھی ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے: تَهَادَوْا تَحَابُّوْا یعنی ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔[11] ☆ اسی طرح سلام کو عام کرنا بھی محبت عام کرنے کا سبب ہے۔ ☆ اچھے اخلاق کے سبب بھی آپس میں الفت و محبت پیدا ہوتی ہے۔ ☆ اپنے دل میں مسلمانوں سے محبت کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے محبتِ مسلم کے فضائل اور نفرت کی وعیدوں پر غور کرنا چاہیے کہ یہ بھی مفید ہے۔ اللہ پاک ہمیں صرف اپنی رضا کی خاطر مسلمانوں سے محبت و ہمدردی نصیب فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) تفسیر خزائن العرفان، ص127 (2) احیاء العلوم، 2/197 (3) مراۃ المناجیح، 6/584 (4) معجم اوسط، 5/245، حدیث: 7214 (5) مسلم، ص47، حدیث: 165 (6) ابوداود، 4/290، حدیث: 4681 (7) موطا امام مالک، 2/439، حدیث: 1828 (8) مسلم، ص1065، حدیث: 6549 (9) مسلم، ص1065، حدیث: 6548 (10) مسلم، ص51، حدیث: 194 (11) موطا امام مالک، 2/407، حدیث: 1731

بغض و نفرت

بنتِ اظہار الحق عطاریہ مدنیہ
کراچی

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ مضمون 21ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کیا جا رہا ہے)

اسلام کی خوبصورت تعلیمات کے مطابق مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں، لہٰذا ایک دوسرے کے لیے رحم دلی اور محبت و اخوت کے جذبات رکھنا شیوۂ ایمانی ہے اور یہی صدیوں تک ان کی کامیابی کا راز رہا ہے، چونکہ شیطانی طاقتیں اسے اچھا نہیں جانتیں، لہٰذا وہ انہیں کمزور کرنے کے لیے ان میں بغض و نفرت عام کرنا چاہتی ہیں، چنانچہ مسلمانوں کو چاہیے کہ نفرتیں مٹا کر الفت و محبت کو عام کریں۔

بغض و نفرت کیا ہے؟ دل میں چھپی ہوئی بُرائی یا دشمنی کو بغض اور دل میں کسی کے لئے ناپسندیدگی کو نفرت کہتے ہیں۔ جبکہ کسی نے بغض کی تعریف یوں بھی کی ہے کہ ایسی چیز جس میں رغبت و میلان نہ ہو اس سے دل کا دور بھاگنا بغض ہے۔

یاد رکھئے! بغض ایک ایسی آگ ہے جو دکھائی تو نہیں دیتی مگر لہجوں اور رویوں سے ظاہر ہوتی رہتی ہے اور یہ کسی کو جلاتی بھی نہیں بلکہ جس دل میں بھڑکتی ہے اسی کے ظاہر و باطن کو جلا کے راکھ کر دیتی ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے لیکن بغض و کینہ، حسد و نفرت وہ بیماریاں ہیں جو جسم کے اندر رہ کر پروان چڑھتی ہیں اور پھر آہستہ آہستہ نہ صرف پورے جسم کو ناکارہ کر دیتی بلکہ دنیا کے ساتھ ساتھ دین تک کو مونڈ ڈالتی ہیں، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: تم میں پچھلی امتوں کی بیماری حسد اور بغض سرایت کر گئی ہے، یہ مونڈ دینے والی ہے، میں نہیں کہتا کہ یہ بال مونڈتی ہے بلکہ یہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔[1] اس طرح کہ دین و ایمان کو جڑ سے ختم کر دیتی ہے، کبھی انسان بغض و حسد میں اسلام ہی چھوڑ دیتا ہے۔ شیطان بھی انہی دو بیماریوں کا مارا ہوا ہے۔[2] اس کے علاوہ کئی احادیثِ مبارکہ میں بغض و عناد سے بچنے اور محبت عام کرنے کی تعلیم ارشاد فرمائی گئی ہے، مثلاً ایک روایت میں ہے: بغض کرو نہ حسد کرو اور نہ ایک دوسرے سے منہ موڑو، بلکہ اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہو جاؤ۔[3] اہلِ ایمان سے بغض و عداوت ہلاکت و بربادی کا سبب اور جنت و مغفرت سے محرومی کا باعث ہے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جس نے اس حال میں صبح کی کہ وہ کینہ رکھنے والا ہے تو وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکے گا۔[4] ایک اور روایت میں ہے: اللہ پاک شعبان کی 15ویں رات اپنے بندوں پر خاص تجلی فرماتا ہے، مغفرت چاہنے والوں کی مغفرت فرماتا اور رحم طلب کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے جبکہ کینہ رکھنے والوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔[5]

محبت کی طرح نفرت بھی ایک دلی کیفیت ہے جس پر انسان کا ارادہ و اختیار نہیں ہوتا دل میں آ ہی جاتی ہے، لہٰذا صرف دل میں کسی کے لیے بغض و نفرت کا آ جانا بُرا نہیں بلکہ اس پر دل کو جما دینا، اس کیفیت سے باہر نہ نکلنا اور خود کو بے بس اور کمزور سمجھنا اصل برائی ہے۔

نفرت کا معیار محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مسلمانوں کے لیے محبت و نفرت کا حقیقی معیار ذاتِ باری کو ٹھہرایا ہے، یعنی ایمان صرف اسی صورت درست ہو گا جب انسان اللہ کے پیاروں سے محبت اور اس کے دشمنوں سے نفرت رکھے، یقیناً کوئی بھی مومن کسی مشرک، کافر اور دشمنِ خدا سے محبت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے: شرک اندھیری

رات میں چیونٹی کے کسی چٹان پر رینگنے سے بھی زیادہ چھپا ہوا ہے، اس کا کم درجہ یہ ہے کہ بندہ کسی پر ظلم کو پسند کرے اور کسی پر عدل سے بغض رکھے۔ دین کیا ہے؟ یہی کہ اللہ کے لئے محبت کرنا اور اس کے لیے بغض رکھنا۔[6] لہٰذا جہاں اہلِ ایمان سے بغض رکھنا اللہ کریم کی ناراضی کی وجہ سے سببِ عذاب و ہلاکت ہے وہیں کفر و شرک، گناہ اور اللہ پاک کی نافرمانی والے تمام کاموں سے بغض رکھنا عبادت ہے۔

بغض کے اسباب و علاج بغض و نفرت ایک ایسی کیچڑ ہے جس میں گر کر انسان لتھڑ جائے یا اس کے اسباب پر غور کر کے اس سے اپنا دامن بچائے۔ لہٰذا یہ جاننا انتہائی ضروری ہے کہ بغض کس طرح پورے وجود کو اپنی غلاظت میں جکڑ لیتا ہے! یاد رہے! اس کی شروعات غصے سے ہوتی ہے۔ جس طرح قبض پیٹ کی کئی بیماریوں کی اصل ہے بالکل ایسے ہی غصہ بھی دل کی ظاہری و باطنی کئی بیماریوں کی اصل ہے۔ ایک روایت میں ہے: غصہ ایمان کو ایسے خراب کر دیتا ہے جیسے ایلوا (ایک کڑوے درخت کا جما ہوا رس) شہد کو خراب کر دیتا ہے۔[7] غصہ آگ ہے اور شیطان بھی آگ سے بنا ہے یہ اس کا بہترین ہتھیار ہے، یا غصہ ایک انجکشن ہے جو جسم میں سوئی گھسا کر دل کی بے پناہ بیماریاں مثلاً بغض و کینہ حسد و تکبر وغیرہ ہمارے دل میں بآسانی داخل کر دیتا ہے۔ ☆ بغض و عداوت کا ایک سبب مال و دولت کی زیادتی بھی ہے۔ ☆ اسی طرح خود کو بڑا اور دوسروں کو چھوٹا جاننا بھی اس کا بہت بڑا سبب ہے۔

اس مرض کا سب سے مؤثر علاج اس سے بچنے کی دعا کرنا ہے جیسا کہ قرآن میں بھی ہے: وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (پ28، الحشر: 10) ترجمہ: اور ہمارے دل میں ایمان والوں کیلئے کوئی کینہ نہ رکھ۔ یعنی اللہ پاک نے خود بغض سے نجات کا یہ علاج عطا فرمایا ہے، لہٰذا اس سے بہتر کوئی اور علاج نہیں ہو سکتا، اس پر ضرور عمل کرنا چاہئے۔ ☆ استقامت اور خدا پر بھروسے سے بھی بغض و نفرت سے بآسانی شفا پائی جا سکتی ہے۔ ☆ اس کا ایک حل اللہ کی رضا کے لیے محبت کرنا بھی ہے کہ محبت کینہ کی ضد ہے۔ ☆ آپس کی نفرتوں کو ختم کرنے کا ایک ذریعہ سلام کو عام کرنا بھی ہے کہ ایک حدیثِ پاک میں ہے: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اس پر عمل کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو؟ آپس میں سلام عام کرو۔[8]

بغض کے نقصانات ☆ بغض دل کو اندھا کرتا اور عبادات کے نور کو بجھا دیتا ہے۔ ☆ بے وجہ مسلمانوں سے نفرت رکھنے والی کو اللہ اور لوگ بھی پسند نہیں کرتے۔ ☆ ایسی عورت دوسروں کے ساتھ گھل مل کر زندگی گزارنے کے قابل نہیں رہتی بلکہ وہ اپنی اس بُری عادت کی وجہ سے اکیلی ہو جاتی ہے۔ ☆ بغض و نفرت قبولیتِ دعا سے محرومی کا بھی سبب ہے۔[9] ☆ دل میں جس کے لیے بغض ہو اسے تکلیف پہنچنے پر چونکہ خوشی ہوتی ہے لہٰذا کسی بھی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مسلمانوں کی مصیبت پر خوش ہو۔

ذرا غور کیجیے! بغض و نفرت کیسا بُرا عمل ہے کہ وہ مسلمان جن کو حدیث میں ایک جسم سے تعبیر کیا گیا ہے یہ نفرت انہیں یہاں تک لے آتی ہے کہ وہ کسی کی تکلیف پر اندر ہی اندر خوش ہوتے ہیں اور اس کی تباہی انہیں مزہ دیتی ہے گویا خود اپنے ہی جسم کو کاٹنے اور چوٹ پہنچانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں یہ اخلاق کی انتہائی گری ہوئی صورت ہے۔

بہر حال ہمیں نفرتوں کی آگ کو بجھا کر محبت کی روشنی کو عام کرنا چاہیے۔ دین تو مکمل ہے، دنیا کو ہمیں بدلنے کی ضرورت نہیں، البتہ اس چیز کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے اخلاق و کردار کی اصلاح کریں۔ اللہ پاک مسلمانوں کے درمیان سے نفرتوں کا خاتمہ فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) ترمذی، 4/228، حدیث: 2518 (2) مراۃ المناجیح، 6/615 (3) بخاری، 4/117، حدیث: 6065 (4) حلیۃ الاولیاء، 8/110، حدیث: 11536 (5) شعب الایمان، 3/382، حدیث: 3835 (6) مستدرک، 3/7، حدیث: 3202 (7) شعب الایمان، 6/311، حدیث: 8294 (8) ترمذی، 4/228، حدیث: 2518 (9) تنبیہ الغافلین، ص95، رقم: 213

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 21ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 196 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور رمضان کیسے گزارتے تھے؟	89	بغض و نفرت	78	میزبان کے 5 حقوق	29

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: مضمون بھیجنے والیوں کے نام: اوکاڑہ: صابری کالونی: بنت ارشد۔ بہاولپور: یزمان: بنت محمد افضل۔ راولپنڈی: ھدی للناس: بنت راجہ واجد حسین۔ رحیم یار خان: رحمت کالونی: بنت رمضان۔ ساہیوال: طارق بن زیاد: بنت بشیر احمد۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت محمد ثاقب مدنیہ۔ پاکپورہ: بنت سید ابرار حسین، بنت محمد معراج، بنت محمد طفیل، بنت میاں محمد یوسف قمر۔ تلواڑہ مغلاں: بنت یاسین، بنت ادریس بیگ، بنت طارق، بنت عبدالوحید خان، بنت محمد آصف، بنت محمد انور، بنت ناہید، بنت وسیم، بنت شہزاد، بنت محمد ارشد۔ شفیع کا بھٹہ: اخت جواد احمد، بنت حاجی محمد یوسف، بنت خالد، بنت خوشی محمد، بنت راشد محمود، بنت رزاق بٹ، بنت رضاء الحق باجوہ، بنت سہیل احمد، بنت صابر حسین، بنت صفدر، بنت عارف محمود، بنت عبدالماجد، بنت عرفان، بنت محمد ارشد، بنت محمد اصغر مغل، بنت محمد امجد، بنت محمد اویس، بنت محمد جمیل، بنت محمد یعقوب، بنت الیاس، بنت اورنگزیب، بنت تنویر احمد، بنت خالد حسن، بنت سعید، بنت شفاقت علی، بنت طاہر، بنت محمد حبیب، بنت محمد خالد، بنت ندیم، بنت نواز، بنت ہمایوں پرویز، بنت جاوید اقبال، بنت ارشد، بنت اعجاز احمد، بنت افتخار احمد، بنت امجد فاروق، بنت جہانگیر، بنت شبیر احمد، بنت شمس، بنت صغیر احمد، بنت طارق محمود، بنت ظفر اسلام، بنت کاشف، بنت محمد انور، بنت محمد سلیم، بنت محمد شمس، بنت محمد طارق، بنت محمد وسیم، ہمشیرہ عبد القدوس۔ گلبہار: اخت ابو بکر، بنت سجاد حسین، بنت سید ظاہر حسین، بنت محمد بشیر، بنت ناصر، ام الخیر، ام ایمن، ام حسان، ام عبیس، ام فضل، ام ہانی، بنت ارشد علی، بنت اصغر علی، بنت تصور حسین، بنت حاجی شہباز علی، بنت خالد، بنت رضوان، بنت رمضان، بنت شمس، بنت طارق، بنت ظہور الٰہی، بنت محمد آصف، بنت محمد شہباز، بنت عمران، بنت غلام حیدر، بنت فیاض، بنت لطیف، بنت محمد اکبر۔ مظفر پورہ: بنت ارشد علی، بنت آصف محمود، بنت اظہر حسین، بنت افضل، بنت خلیل احمد، بنت سلیمان خان، بنت شوکت علی، بنت صداقت علی، بنت عابد حسین، بنت عاشق، بنت عبد الرزاق، بنت شیخ کرم دین، بنت محمد سعید، بنت محمد شفیق، بنت محمد شہباز، بنت محمد طارق، بنت محمد عمران، بنت محمد لطیف، بنت محمد نواز، بنت محمد یوسف، بنت محمود احمد، بنت مقصود احمد، بنت ملک امجد سہیل، بنت نصیر، بنت یاسر، عطرِ مدینہ، بلبلِ مدینہ، بنت اظہر اقبال، بنت اعجاز، بنت الیاس، بنت جاوید حسین، بنت حفیظ احمد، بنت شکیل احمد، بنت عبد القیوم، بنت محمد سلیم، بنت نذیر احمد، بنت نعیم احمد۔ معراجکے: بنت عارف، بنت لیاقت، بنت محمد ذو الفقار، بنت جاوید، بنت سلیم، بنت محمد جاوید، بنت محمد شفیق، بنت اشرف، بنت محمد افضل۔ ناصر روڈ: بنت عمران، بنت محمد بشیر، بنت محمد یونس، بنت آصف، بنت بشارت علی، بنت عامر۔ نند پور: بنت عبد الستار مدنیہ۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت ظفر اسلام۔ کراچی: بنت اظہار الحق۔ دھوراجی: بنت شہزاد احمد، بنت الیاس، بنت محمد عدنان۔ اورنگی ٹاؤن: بنت قاری محمد امین صدیقی۔ فیضِ مدینہ: بنت عبد الرشید، بنت محمد زاہد، بنت محمد شاہد، بنت محمد معراج الدین۔ فیضانِ آلِ یاسر: بنت محمد صغیر۔ فیضانِ خدیجۃ الکبری: بنت افتخار۔ کوٹ غلام محمد: بنت عنایت علی۔ گجرات: کنگ سہالی: بنت محمد ارشد۔ ککرالی: بنت

محمد تقی۔ سراجاًمنیراً: بنت محمد طارق، بنت سید عبدالقیوم، بنت رفاقت حسین۔ گوجرانوالہ: نوشہرہ روڈ: بنت محمد نصیر احمد۔ فیصل آباد: بنت سردار احمد۔
فیصل آباد: جھمرہ سٹی: بنت محمد انور۔ چیاں: بنت محمد جاوید اقبال، بنت عبدالغفور۔ واہ کینٹ: خوشبوئے عطار: بنت محمد آصف جاوید، بنت محمد سلطان۔

میزبان کے 5 حقوق

بنتِ محمد رمضان عطاریہ

(درجہ رابعہ، جامعۃ المدینہ گرلز رحمت کالونی، رحیم یار خان)

دینِ اسلام اللہ کریم کی بہت بڑی نعمت ہے۔ کوئی بھی انسان اگر غیر جانبداری کے ساتھ دینِ اسلام کی تعلیمات پر غور کرے تو وہ اس پیارے دین کو ہر مذہب سے افضل و اعلیٰ ہی پائے گا اور کیوں نہ ہو کہ اللہ پاک کی بارگاہ میں بھی یہی دین مقبول ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۟ (پ3، اٰل عمرٰن:19) ترجمہ: بیشک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

دینِ اسلام کی روشن اور پاکیزہ تعلیمات اس کی سچائی اور افضلیت کی دلیل ہیں۔ انہی تعلیمات میں سے ایک روشن تعلیم **حقوق کی ادائیگی** بھی ہے۔ حقوق کی دو قسمیں ہیں: حقوقُ اللہ اور حقوقُ العباد۔ ربِّ کریم نے جو چیزیں ہم پر فرض کی ہیں جیسے نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ وہ حقوقُ اللہ میں آئیں گی اور حقوقُ العباد انسانوں کے آپس کے معاملات اور تعلقات کا نام ہے۔ انسان ہونے کے سبب ایک انسان پر دوسروں کے کچھ حقوق ہیں، جیسے والدین اور اولاد، استاد اور شاگرد، سیٹھ اور ملازم کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں اسی طرح میزبان کے بھی کچھ حقوق ہیں جو مہمان پر لازم ہوتے ہیں۔ انہی میں سے 5 حقوق یہ ہیں:

(1) مہمان کو چاہئے کہ وہ میزبان کی مصروفیت کا خیال رکھے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس وقت مہمان اس کے ہاں جائے وہ اس کے کام کاج کا وقت ہو! اگر مہمان کو میزبان کی مصروفیت کا علم ہے تو اسے چاہئے کہ وہ کسی اور وقت کا انتخاب کرلے اور بہتر ہے کہ جانے سے پہلے میزبان کو اپنے آنے کا وقت اور دن بتادے۔

(2) مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: مہمان کو چار باتیں ضروری ہیں: (1) جہاں بٹھایا جائے وہیں بیٹھے۔ (2) جو کچھ اس کے سامنے پیش کیا جائے اس پر خوش ہو، یہ نہ ہو کہ کہنے لگے: اس سے اچھا تو میں اپنے ہی گھر کھایا کرتا ہوں، یا اسی قسم کے دوسرے الفاظ جیسا کہ آج کل اکثر دعوتوں میں لوگ آپس میں کہا کرتے ہیں۔ (3) بغیر اجازتِ صاحبِ خانہ وہاں سے نہ اٹھے اور (4) جب وہاں سے جائے تو اس کے لیے دعا کرے۔[1]

(3) مہمان کو چاہئے کہ وہ میزبان یا اس سے متعلق کسی بھی چیز پر تنقید کرنے سے بچے کہ اس سے میزبان کا دل دکھنے کا خطرہ ہے۔ مثلاً یوں نہ کہے کہ آپ کا فرنیچر کافی پرانا ہو چکا ہے، اب اسے تبدیل کرلینا چاہئے، گھر کا کلر اچھا نہیں کروایا وغیرہ۔

(4) مہمان کو چاہئے کہ وہ میزبان کے پاس اتنی دیر یا اتنے دن تک نہ ٹھہرے کہ وہ تنگ ہی آجائے۔ کیونکہ ایک حدیثِ پاک میں ہے: مہمان نوازی تین دن ہے (یعنی ایک دن کے بعد جو موجود ہو وہ پیش کرے) اور تین دن کے بعد صدقہ ہے۔ مہمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اس کے یہاں ٹھہرا رہے کہ اسے حرج میں ڈال دے۔[2]

(5) کسی کے ہاں مہمان بن کر جانا ہو اور جیب اجازت دے تو میزبان یا اس کے بچوں کے لئے بھی تحفہ لے کر جائے کہ حدیثِ مبارک میں ہے: ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔[3] اللہ پاک ہمیں میزبان کے حقوق صحیح طریقے سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

1 بہارِ شریعت، 3/394، حصہ: 16
2 بخاری، 4/136، حدیث: 6135
3 مؤطا امام مالک، 2/407، حدیث: 1731

اسلامی بہنوں کی مدنی خبریں

شعبہ دعوتِ اسلامی کے شب وروز

شعبہ قرآن ٹیچر ٹریننگ کورس کا تعارف

دنیا بھر میں شعبہ قرآن ٹیچر ٹریننگ کورس کے قیام کا مقصد مدنی مرکز کے دیئے ہوئے اصولوں کے مطابق درست تلفظ اور ناظرہ قرآنِ پاک کی تعلیم کے ساتھ اسلامی بہنوں کی اخلاقی تربیت کرنا ہے۔ اس شعبے کے تحت ہر علاقے میں مدنی قاعدہ اور ناظرہ قرآن کے ساتھ مختلف رہائشی وغیر رہائشی کورسز کرواکر غیر ادارتی شعبہ جات مدرسۃ المدینہ بالغات، گلی گلی مدرسۃ المدینہ، فیضانِ صحابیات نیز ادارتی شعبہ جات جامعۃ المدینہ گرلز، مدرسۃ المدینہ گرلز، فیضان آن لائن اکیڈمی، دار المدینہ، فیضان اسلامک اسکول سسٹم کو بھی مدرسات مہیا کرنا ہے تاکہ قرآنِ پاک کی تعلیم کو عام کیا جاسکے۔ رپورٹ کے مطابق مذکورہ شعبے کے تحت گزشتہ سالوں میں 4 ہزار 778 کورسز ہوچکے ہیں جن میں 59 ہزار 300 سے زائد اسلامی بہنیں شریک ہوئیں جبکہ کورسز میں کامیاب ہونے والی اسلامی بہنوں کی تعداد 27 ہزار 299 رہی۔ دعوتِ اسلامی سے وابستہ اسلامی بہنوں کو چاہیے کہ وہ بھی دینِ اسلام کی خدمت کی غرض سے شعبہ قرآن ٹیچر ٹریننگ کورس کی جانب سے ہونے والے مختلف کورسز میں حصہ لیں اور نیکی کی دعوت کا پیغام گھر گھر پہنچائیں۔

راولپنڈی شہر میں شعبہ تعلیم للبنات کی ”Thanks Giving Ceremony“ کا انعقاد

6 جنوری 2024ء کو عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی کے تحت راولپنڈی شہر میں شعبہ تعلیم للبنات کی جانب سے ”Thanks Giving Ceremony“ کا انعقاد کیا گیا جس میں ذمہ داران اور مبلغاتِ دعوتِ اسلامی نے شرکت کی۔ ابتداءً تلاوتِ قراٰن کی گئی اور نعتِ رسولِ مقبول پڑھی گئی جبکہ نگرانِ پاکستان مجلسِ مشاورت اسلامی بہن نے ”اسلاف میں قربانی کا جذبہ“ کے موضوع پر بیان کیا۔ نگرانِ پاکستان مجلسِ مشاورت نے حاضرین کو اسلاف کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کا ذہن دیا اور دعوتِ اسلامی کے دینی و فلاحی کاموں میں حصہ لینے کی ترغیب دلائی۔

لیاقت آباد کراچی کے جامعۃ المدینہ گرلز میں معلمات کے لئے سنتوں بھرا اجتماع

17 جنوری کو کراچی کے علاقے دھوراجی کالونی اور 18 جنوری 2024ء کو لیاقت آباد میں قائم دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ گرلز میں معلمات کے لئے سنتوں بھرے اجتماع کا انعقاد کیا گیا جس میں کراچی کے مختلف جامعات المدینہ گرلز سے معلمات کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ تلاوتِ قراٰن اور نعتِ رسولِ مقبول سے اجتماع کا آغاز کرنے کے بعد دعوتِ اسلامی کی نگرانِ عالمی مجلسِ مشاورت اسلامی بہن نے ”سراپا ترغیب بن جایئے“ کے موضوع پر سنتوں بھرا بیان کیا اور وہاں موجود اسلامی بہنوں کی تربیت و رہنمائی کی۔ بعدِ بیان صاحبزادیِ عطار سلمہا الغفار نے اسلامی بہنوں کی جانب سے ہونے والے سوالات کے جوابات ارشاد فرمائے اور انہیں دینی کاموں میں عملی طور پر حصہ لینے کا ذہن دیا۔

فیضانِ صحابیات پی آئی بی کالونی کراچی میں ایک سیشن

4 جنوری 2024ء کو فیضانِ صحابیات پی آئی بی کالونی کراچی میں ایک سیشن ہوا جس میں کراچی بھر سے شعبہ کفن دفن للبنات کی ذمہ داران براہِ راست جبکہ بیرونِ ملک کی اسلامی بہنیں بذریعہ انٹرنیٹ شریک ہوئیں۔ عالمی مجلسِ مشاورت کی نگران اسلامی بہن نے ”اطاعت“ کے موضوع پر بیان کیا اور صاحبزادیِ عطار سلمہا الغفار نے اسلامی بہنوں کی جانب سے ہونے والے چند سوالات کے جوابات دیئے۔ سیشن کے آخر میں صلوٰۃ و سلام پڑھا گیا اور صاحبزادیِ عطار سلمہا الغفار نے دعا کروائی۔

مختلف مدنی خبریں

☆ فیضانِ صحابیات پی آئی بی کالونی کراچی میں یکم فروری 2024ء کو فیضان آن لائن اکیڈمی کی ذمہ دار اسلامی بہنوں کے درمیان تربیتی سیشن ہوا جس میں صاحبزادیِ عطار سلمہا الغفار اور عالمی مجلس مشاورت کی نگران اسلامی بہن نے خصوصی شرکت کی اور وہاں موجود اسلامی بہنوں کو ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کرنے، ہفتہ وار مدنی مذاکرہ سننے اور ہفتہ وار رسالہ پڑھنے کی ترغیب دلائی۔ ☆15 جنوری 2024ء کو فیضانِ صحابیات کراچی میں عالمی مجلسِ مشاورت اور مجلس انٹرنیشنل افیئرز کی اسلامی بہنوں کا مدنی مشورہ منعقد ہوا جس میں بیرونِ ملک و بیرونِ شہر کی اراکین نے بذریعہ انٹرنیٹ جبکہ پاکستان سطح کی فنانس ڈیپارٹمنٹ ذمہ داران، شعبہ ڈونیشن بکس و فیضانِ صحابیات کی ڈسٹرکٹ ذمہ دار اسلامی بہنوں نے براہِ راست شرکت کی۔ ذمہ دار اسلامی بہن نے مدنی مشورے کے دوران اسلامی بہنوں کو ڈونیشن باکس کے مدنی پھول سمجھائے اور اس میں ترامیم کے حوالے سے مختلف امور پر تبادلۂ خیال کیا۔ علاوہ ازیں ای رسید ایپلیکیشن کے حوالے سے مشاورت ہوئی جس پر فیضان صحابیات کی ذمہ داران نے اپنی اپنی رائے پیش کی۔ ☆جامعۃ المدینہ گرلز لاہور مزنگ میں 26 دسمبر 2023ء کو ایک نشست کا انعقاد کیا گیا جس میں تخصص فی الدعوہ کی طالبات سمیت اسٹاف کی دیگر اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔ نگرانِ عالمی مجلسِ مشاورت اسلامی بہن نے سنتوں بھرا بیان کیا۔ ☆23 دسمبر 2023ء کو دار المدینہ گرلز مدینہ ٹاؤن فیصل آباد (نزد جامع مسجد زینب) میں ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے تحت ایک سیشن منعقد کیا گیا۔ سیشن میں نگرانِ عالمی مجلسِ مشاورت اسلامی بہن نے اسلامی بہنوں کی تربیت کرتے ہوئے علمِ دین کی اہمیت و ضرورت کو بیان کیا۔ ☆افریقی ملک موزمبیق میں 18 جنوری 2024ء کو دعوتِ اسلامی کے تحت شخصیات اسلامی بہنوں کے لئے ایک سیشن میں نگرانِ عالمی مجلسِ مشاورت اسلامی بہن نے ”استغفار کی اہمیت“ پر بیان کیا۔

12 مارچ سے پاکستان بھر میں 20 دن کا ”فیضانِ تلاوت سیشن“ شروع ہوگا

ماہِ رمضان المبارک میں اسلامی بہنوں کو قرآنِ پاک کی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لئے یکم رمضان المبارک (12 مارچ 2024ء) سے پاکستان بھر میں 20 دن کا فیضانِ تلاوت سیشن شروع ہوگا۔ سیشن کا دورانیہ روزانہ ڈیڑھ گھنٹے ہوگا۔ اس کورس میں مکمل قرآنِ پاک کی تلاوت، منتخب آیاتِ مبارکہ کی تفسیر، قرآنی واقعات، لیلۃ القدر و صلوۃ التسبیح کے فضائل وغیرہ سمیت مختلف تربیتی مدنی پھول بیان کئے جائیں گے۔ یہ سیشن پاکستان بھر میں وارڈ سطح پر کروایا جائے گا جس میں تمام اسلامی بہنیں شرکت کرسکتی ہیں۔

مزید معلومات کے لئے اس میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیے:

ib.coursespak@dawateislami.net

اسلامی بہنوں کی مزید مدنی خبریں جاننے کے لئے اس ویب سائٹ کا وزٹ کیجئے

news.dawateislami.net

اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت اسلامی بہنوں کے نومبر 2023 کے دینی کاموں کی کارکردگی

دینی کام		نیشنل	انٹرنیشنل	ٹوٹل
انفرادی کوشش کے ذریعے دینی ماحول سے وابستہ ہونے والی اسلامی بہنیں		1055457	295232	1350689
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		99689	33879	133568
مدرستہ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	9031	4664	13695
	پڑھنے والیاں	93238	34725	127963
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع	تعداد اجتماعات	10634	5067	15701
	شرکائے اجتماع	417002	154703	571705
ہفتہ وار مدنی مذاکرہ سننے والیاں		130415	34795	165210
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		32196	11971	44167
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		758485	147653	906138
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		94124	37511	131635
مدنی کورسز	تعداد مدنی کورسز	964	996	1960
	شرکائے مدنی کورسز	14285	21663	35948

24واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے جون 2024

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 مارچ 2024

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

شعبہ فیضانِ صحابیات

شعبہ فیضانِ صحابیات کا آغاز جون 2008 میں ہوا۔ جس کا بنیادی مقصد مختلف رہائشی کورسز کے ذریعے خواتین کو فرض علوم اور دینی کام سکھانے کے ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی، تنظیمی اور روحانی تربیت کرنا اور انہیں اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کا ذہن دینا ہے۔ الحمدللہ خواتین کے لئے بنائے گئے ان تمام مدنی مراکز میں تقریباً ہر وقت مختلف قسم کے رہائشی کورسز کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

کورسز کی خصوصیات (1) شیڈول میں شامل امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کے مدنی مذاکروں، عالمی و پاک نگران و شعبہ ذمہ داران کے تربیتی بیانات کے ذریعے تربیت (2) کورسز میں موجودہ دور کے مطابق لرننگ سیشنز: مثلاً سوشل میڈیا کا استعمال، بیٹی کا کردار، خود کو سنواریئے (3) کورسز میں جدت پیدا کرنے کے لئے مدنی قاعدہ اور فقہ سلائیڈز کے ذریعے سکھانا۔

رہائشی و غیر رہائشی فیضانِ صحابیات پاکستان کی تعداد کراچی سٹی میں 15، اندرون سندھ میں 11، بلوچستان میں 7، پنجاب میں 65، کشمیر میں 4، کے پی کے میں 5 اور گلگت میں 1۔ ان میں سے درج ذیل شہروں میں قائم فیضانِ صحابیات میں کورسز کا سلسلہ ہوتا ہے:
(1) میمن مسجد صدیق آباد، فیڈرل بی ایریا کریم آباد، بلاک 3، گلبرگ ٹاؤن کراچی سٹی (صدیق آباد) (2) پلاٹ نمبر 2/10C اسٹریٹ نمبر 21 پنجاب کالونی (کراچی) (3) فیضانِ مدینہ آفندی ٹاؤن عبد الغفار منزل فرسٹ فلور (حیدر آباد) (4) وحدت کالونی اسٹاپ نمبر 1 بروری روڈ کوئٹہ (5) گلبرگ کالونی نزد فیضانِ مدینہ پشاور (6) مدرستہ المدینہ گرلز محمد پورہ گلستان چوک معصوم شاہ روڈ اصغر پیٹرول پمپ کے سامنے والی گلی میں مسجد کے سامنے (ملتان) (7) فیضانِ صحابیات (مدنی مرکز) P-81 آفیسر کالونی نمبر 1 سوساں روڈ مدینہ ٹاؤن (فیصل آباد) (8) محلہ غوثیہ پارک، گلی نمبر 8 نزد رانا پیٹرول پمپ، 240 موڑ (جڑانوالہ) (9) قربان چوک اسلام پورہ نزد ZM سکول (سرگودھا) (10) صابری کالونی گلی نمبر 6 نزد مدینہ مسجد (اوکاڑہ) وغیرہ۔

2023 کی جائزہ رپورٹ رہائشی اور آن لائن کورسز کی تعداد: تقریباً 362۔ کورسز مکمل کرنے والیوں کی تعداد: تقریباً 10757۔ معلمات کی تعداد: تقریباً 4242۔ مبلغات کی تعداد: تقریباً 1822۔ مدرسات کی تعداد: تقریباً 412

مزید معلومات کے لئے اس ای میل ایڈریس پر رابطہ کیجئے: ib.darulsunnahpak@dawateislami.net